WORLD OF BOOKS
کتابوں کی دنیا
کوئی رفیق نہیں
کتاب سے بہتر

خُلاصہ

التبیان

فی

عُلومِ القُرآن

مُفتی عَبدُالمتین

فاضِل جامِعہ دَارُالعُلوم کراچی
اُستاذ جامِعہ انوارُالعُلوم مہران ناؤن کورنگی

کتابوں کی دنیا (علماء، طلباء، عوام)
کراچی پاکستان
(واٹس ایپ گروپ)

مکتبہ عُمر فاروقؓ

Scanned with CamScanner

خلاصۃ

التبیان
فی
علوم القرآن

مؤلفہ:

منفتی عبدالمتین

اُستاذ جامعہ انوارالعلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحق ناشر مکتبہ عمر فاروق محفوظ ہیں

نام کتاب ..... خلاصۃ التبیان فی علوم القرآن

مؤلفہ: ..... مفتی عبدالمتین
استاذ جامعۃ الانوار الاسلامیہ نارتھ ناظم آباد کراچی

اشاعتِ اوّل ..... جون 2013ء

تعداد 1100

طابع ..... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر ..... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34594144 Cell: 0334-3432345

ای میل ..... Mfarooq12317@yahoo.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ

WORLD OF BOOKS
کتابوں کی دنیا
کوئی رفیق نہیں
کتاب سے بہتر

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتابوں کی دنیا پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعہ کے لئے ہیں۔
- مستند علماء کرام (دیوبند) کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد ہی آپ کی درخواست پر عمل کیا جاتا ہے۔
- تعلیمی، دینی اور دعوتی مقاصد کے لئے ان کتب کے استعمال کی اجازت ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں۔

نوٹ!

"کتابوں کی دنیا" واٹس ایپ گروپ آپ کی سہولت کے لئے علماء، طلباء اور عوام کے لئے علیحدہ علیحدہ گروپ مرتب کئے ہیں لہٰذا آپ سے گذارش ہے اپنے متعلقہ گروپ ہی میں ایڈ ہوں۔

محمد حماد 0321-2200939
رحمان اللہ سینی 0306-2402166
گروپ ایڈمنز
توصیف 0323-2067524
عبدالرحیم الحسینی 0314-2237004

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الاذکار، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
جامع مسجد بلال: ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
0321-2343648
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجٹ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، نیا حامد یہ اسٹیاہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار [illegible]
مکتبہ علمیہ [illegible]
وحیدی کتب خانہ، [illegible]

Scanned with CamScanner

انتساب

اپنی کاوش کا انتساب میں ان حضرات کے نام کرتا ہوں جنہیں مجھ سے زیادہ ، میری فکر رہتی ہے اور جن کی محبتوں اور شفقتوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں میری زندگی کا سفر رواں دواں ہے۔

میرے والدین ، میرے اساتذہ کرام، مفتی عبدالحق عثمانی صاحب، شیخ الحدیث کمال الدین المسترشد صاحب اور شیخ الحدیث مولانا نجم اللہ العباسی صاحب، مفتی الطاف الرحمٰن العباسی صاحب۔

میرے احباب عامر عربی صاحب، عبداللہ فیروز صاحب، سعید اختر صاحب، رضوان حفیظ صاحب، سلیمان احمر صاحب اور قاری عبدالرحمٰن صاحب۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

تقریظ

استاذ العلماء مولانا کمال الدین المستر شد دام اللہ فیوضہم

جامعہ اسلامیہ کلفٹن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

بلاشبہ قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، اور آنحضرت ﷺ کا تاقیامت معجزہ ہے، نزول سے لیکر آج تک تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے ہر دور میں تحقیق وتاویل کا محور رہا ہے، مگر کبھی اس کے معانی ختم نہ ہوسکیں۔

دنیا بھر کے اذکیاء اس پر متفق ہیں کہ علوم قرآن میں ممارست اس کی گہرائیوں میں اضافہ کردیتی ہے اور جدید تحقیقات سے اس تجسس میں زیادتی آتی رہتی ہے۔

قرآن کریم واحد کتاب ہے جو تحریف سے پاک ہے اور مقابلہ کرنے والے کو عاجز کردیتا ہے، اس پر لکھنے سے سارا فائدہ لکھنے والے اور مخلوق کے لئے مختص ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ استفادہ سے منزہ ہے، قرآن پاک کی تفسیریں ہر زبان اور ہر زمان میں رائج رہی ہیں، مگر اس بحر بے کراں سے موتیں نکالنے کا عمل نہ سُست ہوا نہ کم ہوا، اللہ ان سب خُدام کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

حال ہی میں معاصر رجید عالم عرب الشیخ محمد علی الصابونی نے علوم القرآن پر

''التبیان'' نامی کتاب لکھی ہے جو اصول اور بنیادی موٹی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ برادر جناب مفتی عبدالمتین صاحب زید مجدہ نے اس کی تلخیص وتسہیل کی ہے، چونکہ اصل کتاب عربی میں لکھی گئی ہے، اس اعتبار سے کتاب کا افادہ محدود سا محسوس ہو رہا تھا، کہ بعض طلبہ کو عربی کی دقیق اصطلاحات وعبارات سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے، موصوف کی تلخیص وتسہیل سے کتاب اب مزید مفید بن گئی ہے امید ہے علوم القرآن کے شائقین مفتی صاحب کی اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھیں گے، اور اس سے مستفید ہوں گے۔ مفتی صاحب سالانہ چھٹیوں میں طلبہ کو تفسیر پڑھاتے ہیں، اور کئی کتب کے مصنف بھی ہیں، موصوف بہت محنتی اور اخلاص کی دولت سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے، یہ گلدستہ انہوں نے درس تفسیر کے اسباق سے پہلے بطور مقدمہ تفسیر مرتب کیا ہے۔

تاہم اصل کتاب میں الشیخ صابونی صاحب نے جو سائنسی انکشافات استاد طبارہ کی کتاب سے نقل کی ہیں راقم کو ان میں سے بعض باتوں سے اتفاق نہیں ہے۔

اس بارے میں رقم کا نوٹ صفحہ ۱۵۱ پر شامل کیا گیا ہے۔

کمال الدین المسترشد

جامعہ اسلامیہ کالفٹن

۱۱،۵،۱۴۳۴ھ بمطابق 13.4.2013م

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التبیان فی علوم القرآن

﴿فہرست عنوانات﴾

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۷
۲	الفصل الاول	۲۰
۳	علوم القرآن سے مقصود	۲۱
۴	قرآن مجید کی تعریف	۲۱
۵	فضائل قرآن	۲۲
۶	آیات کریمہ	۲۲
۷	احادیث شریفہ	۲۳
۸	آداب	۲۳
۹	اسماء القرآن	۲۴
۱۰	وجہ تسمیہ قرآن	۲۴
۱۱	اسمائے صفاتی کا ماٰخذ	۲۵
۱۲	لفظ قرآن	۲۶
۱۳	قرآن کریم کی نزول کی ابتداء کب ہوئی؟	۲۶
۱۴	فائدہ	۲۷
۱۵	نزول کے اعتبار سے اول وآخر آیت	۲۷
۱۶	قتال، شراب اور اطعمہ کے بارے میں نازل ہونے والی اول آیات	۳۰
۱۷	الفصل الثانی.....اسباب نزول کے بارے میں	۳۱
۱۸	اہمیتِ شان نزول۔	۳۱

Scanned with CamScanner

۱۹	اسباب نزول کے فوائد	۳۳
۲۰	سبب نزول کے فوائد کا خلاصہ	۳۳
۲۱	اسباب نزول جاننے کے فوائد پر کچھ مثالیں	۳۴
۲۲	سبب نزول کیا ہے؟	۳۷
۲۳	سبب نزول کو جاننے کا طریقہ؟	۳۸
۲۴	کیا سبب نزول متعدد ہو سکتے ہیں؟	۳۹
۲۵	بحث کا خلاصہ	۴۴
۲۶	اعتبار لفظ کے عموم کا ہے یا خصوص مورد کا؟	۴۴
۲۷	تیسری فصل قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت	۴۷
۲۸	قرآن مجید کا نزول	۴۷
۲۹	نزول قرآن کیسے ہوا؟	۴۷
۳۰	نزول اوّل	۴۷
۳۱	قرآن مجید کا نزول دوبار کیوں ہوا؟	۴۸
۳۲	نزول ثانی	۴۸
۳۳	قرآن مجید کے تدریجاً نزول کی حکمت	۴۹
۳۴	حکمت اول کی تفصیل	۵۰
۳۵	حکمت ثانی کی تفصیل	۵۱
۳۶	تیسری حکمت کی تفصیل	۵۲
۳۷	پہلا مرحلہ	۵۲
۳۸	دوسرا مرحلہ	۵۲
۳۹	تیسرا مرحلہ	۵۳
۴۰	چوتھا مرحلہ	۵۳
۴۱	چوتھی حکمت کی تفصیل	۵۴

Scanned with CamScanner

۴۲	پانچویں حکمت کی تفصیل	۵۴
۴۳	چھٹی حکمت کی تفصیل	۵۵
۴۴	نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کس طرح سے حاصل کیا؟	۵۶
۴۵	کیا سنت نبویہ ﷺ بھی وحی الٰہی ہے؟	۵۸
۴۶	چوتھی فصل جمع قرآن	۵۹
۴۷	لفظ جمع کی مراد	۵۹
۴۷	سینوں میں قرآن جمع کرنا	۵۹
۴۹	سطروں میں قرآن کریم جمع کرنا	۶۲
۵۰	کتابت کا طریقہ	۶۲
۵۱	جمع قرآن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں	۶۲
۵۲	جمع قرآن کے متعلق چند سوالات	۶۴
۵۳	جمع قرآن کے سلسلے میں لائحہ عمل	۶۶
۵۴	ابوبکر صدیقؓ کے مصحف کے خصوصیات	۶۶
۵۵	نبی کریم ﷺ کے دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں کیوں جمع نہیں کیا گیا؟	۶۷
۵۵	حضرت عثمانؓ کے دور میں جمع قرآن اور اس کا سبب	۶۸
۵۷	مصحف صدیقی اور مصحف عثمانی میں فرق	۶۹
۵۸	فصل خامس قرآن میں نسخ اور اس کی تشریعی حکمت کے بارے میں	۷۰
۵۹	نسخ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۷۱
۶۰	آیت نسخ کے نزول کی وجہ	۷۲
۶۱	کیا سماوی شرائع میں نسخ ہوتا ہے؟	۷۲
۶۲	آیات قرآنیہ سے نسخ کا ثبوت	۷۲
۶۳	اقسام نسخ القرآن	۷۳

Scanned with CamScanner

۶۴	اشکال، جواب	۷۶
۶۵	کیا نسخ اخبار، واقعات اور حوادثات میں ہوتا ہے؟	۷۵
۶۶	چھٹی فصل تفسیر اور مفسرین کے بارے میں	۷۶
۶۷	تفسیر اور تاویل میں فرق	۷۷
۶۸	تفسیر کی اصطلاحی تعریف	۷۸
۶۹	تاویل کا معنی لغوی	۷۸
۷۰	تاویل اصطلاح میں	۷۸
۷۱	تفسیر کے اقسام	۸۰
۷۲	تفسیر بالروایۃ (یعنی تفسیر بالنقل وماثور)	۸۰
۷۳	تفسیر القرآن بالقرآن	۸۰
۷۴	مثالیں	۸۰
۷۵	تفسیر القرآن بالسنۃ	۸۱
۷۶	مثالیں	۸۱
۷۷	تفسیر ماثور کی تیسری قسم صحابہؓ کی تفسیر	۸۲
۷۸	روایت ماثورہ کے ضعف کے اسباب	۸۳
۷۹	مشہور مفسر صحابہ کرامؓ	۸۴
۸۰	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۸۵
۸۱	حضرت ابن عباسؓ کے شیوخ	۸۶
۸۲	حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ	۸۶
۸۳	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۸۶
۸۴	ساتویں فصل مفسرین تابعین میں سے	۸۸
۸۵	پہلا طبقہ یعنی طبقہ اہل مکہ	۸۸
۸۶	مجاہد بن جبیرؒ	۸۸

Scanned with CamScanner

۸۷	حضرت عطاء بن ابی رباح	۸۹
۸۸	حضرت عکرمہ مولی ابن عباس	۹۰
۸۹	حضرت طاؤس بن کیسان یمانیؒ	۹۰
۹۰	حضرت سعید بن جبیرؒ	۹۱
۹۱	طبقہ اہل مدینہ	۹۲
۹۲	محمد بن کعب القرظیؒ	۹۲
۹۳	حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ	۹۳
۹۴	زید بن اسلمؒ	۹۴
۹۵	طبقہ اہل عراق	۹۴
۹۶	حضرت حسن بصریؒ	۹۴
۹۷	حضرت مسروق بن الاجدع	۹۵
۹۸	حضرت قتادہ بن دعامہؒ	۹۶
۹۹	حضرت عطاء الخراسانیؒ	۹۶
۱۰۰	حضرت مرّہ الہمدانیؒ	۹۷
۱۰۱	تفسیر بالدرایہ (یعنی تفسیر بالرائے)	۹۸
۱۰۲	تفسیر بالرائے کا معنی	۹۸
۱۰۳	تفسیر محمود	۹۹
۱۰۴	تفسیر مذموم	۹۹
۱۰۵	تفسیر مذموم کی مثال	۱۰۰
۱۰۶	تفسیر کے بنیادی اصول یعنی ماخذ	۱۰۱
۱۰۷	وہ علوم جن کی مفسر کو احتیاج ہوتی ہے	۱۰۱
۱۰۸	مفسر کے لئے نحو کا جاننا بھی ضروری ہے	۱۰۳
۱۰۹	علم اشتقاق کے بغیر بھی تفسیری معنی غلط ہو جاتا ہے	۱۰۳

Scanned with CamScanner

۱۱۰	علم معانی کی معرفت بھی ضروری ہے	۱۰۳
۱۱۱	تفسیر کا اعلیٰ درجہ	۱۰۵
۱۱۲	تفسیر کا ادنیٰ درجہ	۱۰۵
۱۱۳	تفسیر بالرائے کے متعلق علماء کے اقوال	۱۰۶
۱۱۴	مانعین کے دلائل	۱۰۶
۱۱۵	تفسیر بالرائے کو جائز کہنے والوں کے دلائل	۱۰۷
۱۱۶	مانعین کے دلائل کے جوابات	۱۰۸
۱۱۷	امام راغبؒ لکھتے ہیں	۱۰۹
۱۱۸	تفسیر اشاری یا غرائب التفسیر	۱۱۰
۱۱۹	تفسیر اشاری کا معنی	۱۱۰
۱۲۰	تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کے اقوال	۱۱۱
۱۲۱	علامہ نسفی اور تفتازانی کا قول	۱۱۱
۱۲۲	تفسیر اشاری کے بارے میں وارد حدیث کا مطلب	۱۱۲
۱۲۳	پہلا مطلب	۱۱۲
۱۲۴	دوسرا مطلب	۱۱۲
۱۲۵	تیسرا مطلب	۱۱۳
۱۲۶	تفسیر اشاری کے قبول کی شرائط	۱۱۳
۱۲۷	شیخ زرقانیؒ کی قیمتی بات	۱۱۳
۱۲۸	فاسد تفسیر اشاری کی چند مثالیں	۱۱۴
۱۲۹	غرائب التفسیر	۱۱۴
۱۳۰	ان عجیب وغریب اقوال کی چند کی مثالیں	۱۱۵
۱۳۱	باطنیہ فرقہ کی تفسیریں	۱۱۵
۱۳۲	اسماعیلیہ	۱۱۵

Scanned with CamScanner

۱۳۳	قرامطہ	۱۱۶
۱۳۴	سبعیہ	۱۱۶
۱۳۵	حرمیہ	۱۱۶
۱۳۶	باطنیہ کے تفسیری نمونے	۱۱۷
۱۳۷	شیعوں کی تفسیروں کے چند نمونے	۱۱۷
۱۳۸	شیعہ اثنا عشریہ کی گمراہ کن تفسیریں	۱۱۸
۱۳۹	سبیہ کی تفسیر کے چند نمونے	۱۱۹
۱۴۰	تینوں قسم کے تفاسیر کی مشہور کتابیں (بالروایہ، بالدرایہ، بالاشارہ)	۱۲۰
۱۴۱	تفسیر بالماثور کی مشہور کتابیں	۱۲۰
۱۴۲	تفسیر بالرائے کی مشہور کتابیں	۱۲۰
۱۴۲	تفسیر اشاری کی مشہور کتابیں	۱۲۱
۱۴۴	احکام کی آیتوں کی مشہور تفاسیر	۱۲۲
۱۴۵	شیعہ اور معتزلہ کی مشہور تفاسیر	۱۲۳
۱۴۶	عصر حاضر کی چند مشہور تفاسیر	۱۲۳
۱۴۷	آٹھویں فصل اعجاز القرآن	۱۲۵
۱۴۸	علامہ زرقانیؒ کی رائے	۱۲۶
۱۴۹	اعجاز قرآن کا مطلب	۱۲۸
۱۵۰	اعجاز کب ثابت ہوتا ہے	۱۲۸
۱۵۱	عام چیلنج	۱۲۹
۱۵۲	خاص چیلنج	۱۲۹
۱۵۳	معجزہ الٰہی کے شرائط	۱۳۱
۱۵۴	اہل صرفہ کا مذہب	۱۳۲
۱۵۵	اہل صرفہ کے اعتراض کا جواب	۱۳۳

Scanned with CamScanner

۱۵۶	اعجاز قرآن کے بارے علماء کرام کی آراء	۱۳۴
۱۵۷	قرآن پاک کی وجوہ اعجاز	۱۳۴
۱۵۸	اعجاز قرآن کی پہلی وجہ	۱۳۵
۱۵۹	اعجاز قرآن کی دوسری وجہ	۱۳۶
۱۶۰	اسلوب قرآن کے خصائص	۱۳۶
۱۶۱	تیسری وجہ اعجاز	۱۳۷
۱۶۲	چوتھی وجہ اعجاز کامل تشریعی الٰہی	۱۳۸
۱۶۳	زندگی کے حقائق سے چند مثالیں	۱۳۸
۱۶۴	پانچویں وجہ اعجاز غیبی واقعات کی خبر دینا	۱۴۰
۱۶۵	اعجاز قرآن کی چھٹی وجہ	۱۴۲
۱۶۶	نویں فصل: قرآن مجید کی تحقیقات اور جدید سائنسی انکشافات	۱۴۵
۱۶۷	کائنات کی وحدت (وحدت الکون)	۱۴۵
۱۶۸	تخلیق کائنات (نشاۃ الکون)	۱۴۵
۱۶۹	ایٹم کا قابل تقسیم ہونا (تقسیم الذرہ)	۱۴۶
۱۷۰	بلندی میں آکسیجن کی کمی (نقص الاکسیجن)	۱۴۶
۱۷۱	ہر شئے کا جوڑا	۱۴۶
۱۷۲	جنین کے پردے	۱۴۷
۱۷۳	ہواؤں کے ذریعے باروری (عمل تولید)	۱۴۷
۱۷۴	منوی جاندار	۱۴۸
۱۷۵	انسانی انگلیوں کے نشانات	۱۴۸
۱۷۶	ساتویں وجہ اعجاز وعدوں کا پورا ہونا	۱۴۸
۱۷۷	آٹھویں وجہ اعجاز علوم ومعارف	۱۴۹
۱۷۸	عقیدہ توحید	۱۵۰

Scanned with CamScanner

۱۷۹	یہودی عقیدہ	۱۵۱
۱۸۰	عیسائی عقیدہ	۱۵۲
۱۸۱	نواں اعجاز قرآن حاجات بشریہ کو پورا کرنا	۱۵۳
۱۸۲	دسواں وجہ اعجاز قرآن کی دلوں میں تاثیر	۱۵۴
۱۸۳	گیارواں وجہ اعجاز مضامین قرآن کا تناقص سے سلامت رہنا	۱۵۵
۱۸۴	کیا کسی معارضہ قرآن کی کوشش کی ہے؟	۱۵۶
۱۸۵	قرآن کریم کے بارے میں چند اعتراضات اور انکے جوابات	۱۵۷
۱۸۶	پہلا اعتراض	۱۵۷
۱۸۷	دوسرا اعتراض	۱۵۸
۱۸۸	تیسرا اعتراض	۱۵۸
۱۸۹	چوتھی اعتراض	۱۵۹
۱۹۰	دسویں فصل:	۱۶۰
۱۹۱	کیا قرآن میں غیر عربی لفظ ہے؟	۱۶۰
۱۹۲	ترجمہ قرآن کی بحث	۱۶۲
۱۹۳	کیا قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے؟	۱۶۲
۱۹۴	قرآن مجید کا معنوی ترجمہ	۱۶۳
۱۹۵	گیارویں فصل:	۱۶۴
۱۹۶	”سبعہ احرف“ اور مشہور قراءتیں	۱۶۴
۱۹۷	سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے کی حکمت	۱۶۵
۱۹۸	سات حروف پر نازل ہونے کا مطلب	۱۶۶
۱۹۹	سبعہ احرف کا تعین	۱۶۷
۲۰۰	مصاحف عثمانیہ سبعہ احرف پر مشتمل ہے	۱۶۹
۲۰۱	نوٹ	۱۶۹

Scanned with CamScanner

۲۰۲	قراءت کی تعریف	۱۶۹
۲۰۳	عہد صحابہ کے قراء	۱۷۰
۲۰۴	قراءات کے انواع اور انکی اقسام	۱۷۰
۲۰۵	علم قراءت پر لکھنے والے	۱۷۱
۲۰۶	سات قراءتیں کب مشہور ہوئی	۱۷۱
۲۰۷	قراءات سبعہ کب مدون ہوئی؟	۱۷۲
۲۰۸	سات قراء کا اجمالی تعارف	۱۷۲
۲۰۹	ابن عامر	۱۷۲
۲۱۰	ابن کثیر	۱۷۲
۲۱۱	عاصم کوفی	۱۷۳
۲۱۲	ابوعمر	۱۷۳
۲۱۳	حمزہ کوفی	۱۷۴
۲۱۴	نافع	۱۷۵
۲۱۵	الکسائی	۱۷۵

تمت بالخیر

Scanned with CamScanner

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

الحمد للہ گزشتہ کئی سالوں سے شعبان ، رمضان کی چھٹیوں میں دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کی سعادت میسر ہوتی رہی، تفسیر سے پہلے بطور تمہید علومِ قرآن کے بنیادی مباحث طلباء کرام کو پڑھائی جاتی ہے۔

کافی مرتبہ ایک خلاصہ تیار کرنے کا خیال آیا تا کہ مختصر وقت میں اس سے استفادہ کیا جا سکے، لیکن اپنی کم مائیگی اور کم علمی دونوں آڑے آتی رہیں، لیکن جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی کام کی تکمیل کا ارادہ فرماتے ہیں تو پردہ غیب سے اس کا انتظام بھی فرما دیتے ہیں۔

''التبیان فی علوم القرآن'' مؤلفہ استاذ محمد علی صابونی کی علوم القرآن پر ایک شاندار کتاب ہے جس میں متقدمین اور متأخرین دونوں کے علوم سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس لئے ہمارے اکابر نے اسے درس نظامی کے نصاب کا حصہ بنایا۔

اس سال جب ''التبیان'' پڑھانے کا موقعہ ملا (اگر چہ اس سے پہلے بھی یہ سعادت ملی تھی) مگر اس سال دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا، کہ ہر دن کا سبق پڑھانے کے ساتھ طلباء کو لکھوایا بھی جائے، تا کہ سال کے اختتام پر خود میرے لئے اور طلباء ساتھیوں کے لئے آسانی ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے یہ مجموعہ تیار ہوا۔اس خلاصہ میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ علوم القرآن کے متعلق مباحث میں اتنا اختصار نہ ہو کہ مقصد فوت ہو جائے، اور نہ ہی اتنا طویل جو کم ہمتوں کو اکتا دے۔

مجموعی طور پر یہ خلاصہ مرہون منت ہے مترجم تبیان مولانا ابراہیم فیضی

Scanned with CamScanner

صاحب جنہوں نے ترجمہ کی خدمات انجام دیں ۔اور مولانا محمد آصف نسیم دامت فیوضہم کی کتاب ''نسیم البیان'' کا، جنہوں نے التبیان کے ساتھ اکابر علماء کی عبارات بھی شامل کیں۔فجزاہما اللہ احسن الجزاء۔

البتہ اس خلاصہ میں چند مقامات میں تقدیم وتاخیر سے کام لیا گیا ہے۔

تاکہ مضامین آپس میں مربوط رہیں، فصل سابع اعجاز القرآن اور فصل ثامن معجزات العلمی کو تفاسیروں کے تعارف کے بعد لکھا گیا ہے۔اسی طرح ''اہل صرفہ'' کے اعتراض کا جواب بعد میں تھا اس کو ''اہل صُرفہ'' کے مذہب کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

میرا اس کتاب کی تیاری میں کچھ بھی کلیدی کردار نہیں جو کچھ ہے وہ طلباء ساتھیوں کی محبت اور علماء کرام کی محنتوں کا نچوڑ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے اپنے رضا کے کام لے اور ان دینی خدمات کو ہمارے لئے اخروی سعادت کا ذریعہ بنائیں۔

آخر میں تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، دوستوں اور بھائیوں کو دعا میں یاد رکھیں۔

عبدالمتین بن محسن گل

۱۹اپریل ۲۰۱۳ء

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ عَلَی الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَالتَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

یہ کتاب علوم القرآن کے بارے میں" کلیة الشریعة و الدراسات الاسلامیة بمکه مکرمه" کے طلباء کو دیئے جانے والے لیکچروں کا مجموعہ ہے جو افادہ عام کے لئے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے تا کہ یہی کاوش ہمارے لئے اُخروی سعادت کا باعث بنے۔

یہ کتاب گیارہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول: علوم قرآن کی تعریف، فضائل اور حاملین قرآن کے اداب کے بارے میں۔

فصل ثانی: اسباب نزول کی معرفت اور اس کے فوائد کے بارے میں۔

فصل ثالث: قرآن مجید کے تدریجاً نزول کے حکمتوں کے بارے میں۔

فصل رابع: عہد نبوی ﷺ تا عہد عثمانؓ جمع وتدوینِ قرآن کے بارے میں۔

فصل خامس: نسخ اور احکام میں نسخ کی شرعی حکمت کے بارے میں۔

فصل سادس: تفسیر اور مفسرین اور شرائطِ تفسیر کے بارے میں۔

فصل سابع:: مفسرین تابعین، اور تفاسیر کے تعارف کے بارے میں۔

فصل ثامن: اعجاز قرآن کے بارے میں۔

فصل تاسع: قرآن مجید کی تحقیقات اور جدید سائنسی انکشافات کے بارے میں!

فصل عاشر: سورتوں کے فضائل میں وضع احادیث، قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ اور ترجمہ قرآن کے بارے میں۔

فصل حادی عشر: سبعۃ احرف، صحابہ اور تابعین کی قراءات کے بارے میں۔

Scanned with CamScanner

پہلی فصل

علوم القرآن کے بارے میں

علم تفسیر ہم سے اس بات کا تقاضہ کرتا ہے، کہ تفسیر سے پہلے تفسیر کے بنیادی مباحث جو علوم قرآن کہلاتے ہیں کے بارے میں، کچھ نہ کچھ واقفیت حاصل کریں، باوجود اس کے آپ ﷺ کے زمانہ سے لیکر اب تک، لوگوں نے اپنی زندگیاں علوم قرآن کی خدمات میں فنا کردیں، لیکن اس کے باوجود اس کتاب کی علمی جواہرات اور موتیاں ختم نہیں ہوئی۔

فصحاء، بلغاء، حکما، شعراء اور ادباء ہر ایک نے قرآن مجید کی مدح میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی لیکن جو مدح وتوصیف آپ ﷺ کے مبارک ارشاد میں ہے وہ بات کسی اور میں نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَنْ قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَابَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَابَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ، مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ ، وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ ، هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ ، وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ ، وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ، وَهُوَ الَّذِىْ لَاتَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ ، وَلَاتَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ ، وَلَايَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَآءُ ، وَلَايَخْلُقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ ، وَلَاتَنْقَضِىْ عَجَائِبُهٗ ، وَهُوَ الَّذِىْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِىْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ﴾ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ ، وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ ، وَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ ، وَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔" (رواہ الترمذی فی باب فضائل القرآن)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں تم سے پہلوں کی باتیں اور تمہارے بعد والوں کی خبریں، آنے والے وقتوں کی پیشن گوئیاں ہیں، یہ فیصلہ کن کتاب ہے، مذاق کی چیز نہیں، جو جابر مغرور اس کو چھوڑے گا اللہ اسے ہلاک کردے گا اور جو اس سے چھوڑ کر دوسرا راستہ تلاش کرے گا، اللہ اسے صحیح راستہ سے ہٹادے گا، یہ کتاب، اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ دانش مندانہ نصیحت اور یہی صراط مستقیم ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کے سبب خواہشات کو غلط کاری سے روکا جاسکتا ہے، زبانیں اس میں کسی طرح خلط نہیں کرسکتی، علماء اس سے سیر نہیں ہوئے، بار بار دہرانے سے اس میں تنگی نہیں آسکتی اور اس کے عجائب علوم و معارف کبھی ختم نہیں ہوسکتے، یہ وہی قرآن ہے کہ جنات نے اسے سنا تو وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے "کہ ہم نے قرآن سنا عجیب چیز ہے جو رشد و ہدایت کی رہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لائے ہیں" جو اس کے مطابق کہے گا سچ کہے گا، جو اس پر عمل کرے گا اسے اجر ملے گا، جو اس سے فیصلہ کرے گا انصاف کا فیصلہ کرے گا، جو لوگوں کو اس کی طرف بلائے گا سیدھے راستے کی رہنمائی کرے گا۔

علوم قرآن سے مقصود:

ہر وہ بحث جس کا تعلق قرآن مجید سے ہے مثلاً

۱..... نزول قرآن
۲..... جمع تدوینِ قرآن
۳..... اسباب نزول
۴..... مکی و مدنی سورتوں کی پہچان
۵..... ناسخ منسوخ کی پہچان
۶..... محکم متشابہ وغیرہ
۷..... اللہ عزوجل کے کلام کو آپ ﷺ اور صحابہ کے بیان و توضیح کے روشنی میں سمجھنا
۸..... مفسرین کا رتبہ
۹..... تفسیری خصائص
۱۰..... تفسیری شرائط

قرآن مجید کی تعریف:

"وَ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ الْمُعْجِزُ ، الْمُنَزَّلُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ ،

Scanned with CamScanner

بِوَاسِطَةِ الْاَمِیْنِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَلَامُ ، الْمَکْتُوْبُ فِی الْمَصَاحِفِ ، الْمَنْقُوْلُ اِلَیْنَا بِالتَّوَاتُرِ ، الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ ، الْمَبْدُوْءُ بِسُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ ، الْمُخْتَتِمُ بِسُوْرَةِ النَّاسِ۔"

ترجمہ: اورقرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم ﷺ پہ اترا ہے، مصاحف میں لکھا ہوا ہے، اور آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ہم تک بغیر کسی شک وشبہ کے منقول ہے، اس کی تلاوت کرنے والا عابد ہے، سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورہ الناس پر ختم ہوتا ہے۔

یہ تعریف علماء کرام اور اصولین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ قرآن مجید تمام انسانیت کے لئے دستور حیات ہے، ہدایت کا سرچشمہ ہے نبی کریم ﷺ کا دائمی معجزہ ہے جو قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔

شوقی نے کیا خوب کہا ہے۔

جَآءَ النَّبِیُّوْنَ بِالْاٰیَاتِ فَانْصَرَمَتْ وَجِئْتَنَا بِکِتَابٍ غَیْرِ مُنْصَرِمٍ
اٰیَاتُهٗ کُلَّمَا طَالَ الْمُدٰی جُدَدٌ یُزَیِّنُهُنَّ جَمَالُ الْعِتْقِ وَالْقِدَمِ

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام معجزات کے ساتھ آئے اور ان کے جانے کے بعد ان کے معجزات ختم ہوگئے۔ اور آپ ﷺ ہمارے پاس نہ مٹنے والی کتاب لائے اس کی آیات زمانے کے گزرنے کے باوجود نئی ہیں۔ جو قدامت اور جدت کے حسن مزین ہیں۔

فضائل قرآن:

قرآن کریم کے فضائل اور علوم کے بارے میں آیات اور آثار بکثرت مروی ہیں۔

آیات کریمہ:

۱: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾ (فاطر: ۲۹)

۲: ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۲۰۴)

Scanned with CamScanner

۳:﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲٤)

احادیث شریفہ:

۱: "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔" (رواہ البخاری)

ترجمہ: تم میں بہترین وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

۲: "اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْکِرَامِ الْبَرَرَةِ وَ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَّهٗ اَجْرَانِ۔" (رواہ مسلم)

قرآن کا ماہر باعزت نیکوکار لکھنے والوں کے ساتھ ہے اور جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے لئے دشوار ہوتا ہے (یعنی اس کی زبان اٹکتی ہے) اس کے لئے دہرا اجر ہے۔

۳: "أَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ۔" (رواہ الترمذی)

میرے امت کے معزز ترین لوگ حاملین قرآن ہیں۔

٤: "اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ یَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِّأَصْحَابِهٖ۔" (رواہ الترمذی)

قرآن پڑھو کیونکہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

۵: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْأُتْرُجَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّ طَعْمُهَا طَیِّبٌ۔"

اس مومن کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے نارنگی کی طرح ہے جس کی خوشبو پاکیزہ اور مزہ عمدہ ہوتا ہے۔

٦: "اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ مَأْدُبَةُ اللّٰهِ، فَتَعَلَّمُوْا مِنْ مَأْدُبَتِهٖ مَااسْتَطَعْتُمْ۔" (متفق علیہ)

قرآن اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے اللہ کے دسترخوان سے جتنا سیکھ سکتے ہو سیکھو۔

آداب:

طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے اخلاق سے مزین ہو۔

Scanned with CamScanner

حصول علم سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ''قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہوگا'' اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ۔ (تفسیر قرطبی ج-۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"مَنْ لَّمْ يَقْرَأِ الْقُرْآنَ فَقَدْ هَجَرَهٗ ، وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَتَدَبَّرْ مَعَانِيَهٖ فَقَدْ هَجَرَهٗ ، وَمَنْ قَرَأَهٗ وَ تَدَبَّرَهٗ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ فَقَدْ هَجَرَهٗ۔"

يُشِيْرُ بِذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا﴾ (سورۃالفرقان ۳۰)

جس نے قرآن کو نہیں پڑھا، تحقیق اس نے اس کو چھوڑ دیا اور جس نے پڑھا اور اس کے معانی میں غور وفکر نہیں کیا تحقیق اس نے بھی اس کو چھوڑ دیا، اور جس نے پڑھا اور اس میں غور وفکر بھی کیا، لیکن اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل نہیں کیا، اس نے بھی اس کو چھوڑ دیا۔ اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس قول کی طرف ''اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا''

اسماء القرآن:

قرآن مجید کے اسماء بہت سارے ہیں جو قرآن پاک کی رفعت شان پر دلالت کرتے ہیں، اور اس بات پر کہ یہ زیادہ شرف وفضیلت والی آسمانی کتاب ہے۔ قرآن کریم کے ذاتی اسماء پانچ ہیں۔

۱۔ قرآن	۲۔ فرقان	۳۔ تنزیل
۴۔ ذکر	۵۔ کتاب	

وجہ تسمیہ قرآن:

Scanned with CamScanner

(۱) قرآن کاماً خذ:

﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ (ق: ۱)

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾ (اسراء: ۹)

(۲) فرقان کاماً خذ:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (فرقان: ۱)

(۳) تنزیل کاماً خذ:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (شعراء: ۱۹۲)

(۴) ذکر کاماً خذ:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (حجر: ۹)

(۵) کتاب کاماً خذ:

﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ (دخان: ۱-۲)

اسمائے صفاتی کاماً خذ:

قرآن مجید کے صفاتی نام بہت سارے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

نور: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾

(نساء: ۱۷٤)

شفاء: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ (اسراء: ۸۲)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یونس: ۵۷)

Scanned with CamScanner

لفظ قرآن:

لفظ قرآن کے بارے میں ائمہ لغت اور مفسرین کا کافی اختلاف ہے کہ یہ لفظ مشتق ہے یا غیر مشتق، مہموز ہے یا غیر مہموز وغیرہ۔

لیکن علامہ صابونیؒ نے دو اقوال بیان کی ہے۔

۱..... قرآن مصدر ہے قَرَأَ یَقْرَأُ قِرَاءَۃً وَقُرْاناً کا۔

مصدر کبھی اسم مفعول کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی ''پڑھی ہوئی کتاب''

۲..... یہ اسم علم ہے جیسے تورات اور انجیل علم ہے کتب سماویہ کا۔

قرآن کریم کی نزول کی ابتداء کب ہوئی؟

چالیس سال گذرنے پر آپ ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا، آپ ﷺ غار حرا میں جا کر تنہا عبادت کرتے رہے، سترہ (۱۷) رمضان المبارک کو حضرت جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ کو پڑھنے کا حکم دیا آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو سینے کے ساتھ تین مرتبہ چمٹایا پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ (علق: ۱ - ۵)

اگرچہ اس سے پہلے آپ ﷺ کو کچھ ارہاصات یعنی نبوت کے اشارات و دلائل کا ظہور ہو چکا تھا مثلاً سچے خواب اور خلوت نشینی کی لذت۔

یہی بات حضرت عائشہؓ سے بھی بخاری شریف "باب کیف کان بدء الوحی" میں مروی ہے۔

قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾ (بقرہ: ۱۸۵)

حضرت جبرئیل کے واسطے سے۔

۱: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ o عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ﴾ (شعراء: ۱۹۳ ـ ۱۹۵)

۲: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًی وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ﴾ (نحل: ۱۰۲)

روح القدس اور روح الامین سے مراد جبرئیل ؑ ہی ہے مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لانے والا فرشتہ یہی ہے۔

فائدہ:

ارہاص رہص سے مشتق ہے جس کے معنی سنگ بنیاد کے ہے دعوائے نبوت سے پہلے یا نبی کی ولادت سے پہلے ایسے واقعات اور نشانیوں کا ظہور جو خلاف عادت ہوتے ہیں جو خرق عادت ہونے میں مثل معجزہ کے ہوتے ہیں اس طرح کی نشانیوں کو محدثین کی اصطلاح میں ''ارہاص'' کہا جاتا ہے۔

(بحوالہ معارف القرآن ج:۸ ص:۸۱۷)

نزول کے اعتبار سے اول اور آخری آیت:

سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں نزول کے اعتبار سے سب سے پہلے ہیں۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ (علق: ۱ ـ ۵)

اور آخری آیت راجح اور صحیح قول کے مطابق ﴿وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ

اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَھُمْ لَایُظْلَمُوْنَ﴾ (بقرہ: ۲۸۱)

اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نو (۹) راتوں کے بعد رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

جبکہ آخری آیت ایک ضعیف قول کے مطابق ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (مائدہ: ۳)

لیکن راجح قول وہی ہے جو اوپر مذکور ہے کیونکہ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ اکیاسی (۸۱) یوم تک حیات رہے۔

تنبیہ:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں پہلی اور آخری نازل ہونے والی آیات پر چند اشکالات کر کے پھر ان کے درست جوابات دیئے ہیں۔ ہم ذیل میں اس کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

پہلا اشکال:

حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید کی کونسی آیت پہلے نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ جب ان سے عرض کیا گیا کہ کیا ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾ پہلے نازل نہیں ہوئی؟ تو پھر حضرت جابرؓ نے وہ حدیث سنائی جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی تھی جس میں اس بات کے شواہد ہیں کہ ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ نزول کے اعتبار سے پہلی ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً سائل کے سوال کا مطلب کامل سورت کے بارے میں تھا، اس لئے حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ نزول کے اعتبار سے ﴿اِقْرَاْ﴾ سے پہلے کامل سورت سورۃ مدثر ہی نازل ہوئی۔

Scanned with CamScanner

دوسرا اشکال:

نزول کے اعتبار سے آخری آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ ہونی چاہئے ہے، کیونکہ جب دین کامل اور پورا ہو چکا تو مزید آیات کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: باعتبار فرائض واحکام، حلال وحرام کے اعتبار سے دین کامل ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس کے بعد تزکیر وتحذیر کے آیات نازل نہ ہوا اس لئے ﴿ یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ﴾ والی آیت کے آخری ہونے پر کوئی اشکال نہیں۔

قتال، شراب اور اطعمہ کے بارے میں نازل ہونی والی اول آیات:۔

قتال کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی جو تمام کے تمام مدنی ہے کیونکہ مکی زندگی میں مسلمان صرف جہاد باللسان کرتے رہے اور مکی زندگی میں مسلمانوں کو اجازت نہیں دی گئی جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تو جہاد کے متعلق سب سے پہلی سورۃ حج کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُo ۙالَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ط وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ط وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ﴾ (الحج: ۳۹۔۴۰)

شراب کے متعلق سب سے پہلے سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا﴾ (بقرہ۔ ۲۱۹)

Scanned with CamScanner

اطعمہ کے متعلق پہلی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ (الانعام: ۱۴۵)

یہ چند احکام کے متعلق ابتدائی آیات تھیں جو شریعت اسلامیہ کے اس راز کی طرف مشیر ہے کہ شریعت اسلامی میں کس طرح معاشرتی امراض اور ان کے مصالح کی رعایت رکھی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسری فصل

اسباب نزول کے بارے میں:

قرآن کریم کے بہت سی آیات کا سمجھنا اسباب نزول پر موقوف ہے اور قرآن فہمی میں اسباب نزول کا بڑا دخل ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ان میں سب سے پہلے امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ ھ) کی تصنیف معرض وجود میں آئی اس کے بعد علامہ واحدی (م ۴۶۸ ھ) نے اس بارے میں کتاب لکھی جو ''اسباب النزول للواحد'' کے نام سے اس موضوع کی بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے، جبکہ علامہ سیوطیؒ کی ''لباب النقول فی اسباب النزول'' اس موضوع کی اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔

فائدہ:

کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر یا کسی سوال کے جواب کے طور پر نازل ہونے والی آیات کو مفسرین کی اصطلاح میں اس واقعہ اور سوال کو شانِ نزول یا سبب نزول کہا جاتا ہے۔

اہمیتِ شانِ نزول:

اسباب نزول کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سے آیات کا مفہوم اور مطلب اس وقت تک واضح نہیں ہوسکتا، جب تک اس کا سبب نزول یا شانِ نزول بیان نہ ہو، ذیل میں اس بات کی تائید کے لئے دو مثالیں لکھی جاتی ہے۔

۱: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (بقرہ: ۱۱۵)

ترجمہ: اللہ ہی کا ہے مغرب اور مشرق کہ جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ۔

Scanned with CamScanner

اس آیت کی ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے قبلہ رُخ ہونا شرط نہیں، بلکہ جہاں بھی رُخ کرے تو ٹھیک ہے، حالانکہ نماز کے لئے استقبال قبلہ شرط ہے۔ لیکن جب اس آیت کا شانِ نزول معلوم ہوا کہ یہ آیت تو اس مسافر کے حق میں نازل ہوئی ہے، جس سے قبلہ کا سمت گم ہوگیا تو اگر وہ مسافر تحری کے بعد کسی بھی جہت کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھے تو ایسے مسافر کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾

۲: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ" فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدہ: ۹۳)

ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے، جبکہ آئندہ کو ڈر چکے اور ایمان لائے اور ڈرتے رہے اور نیک کام کئے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لائے اور نیک کام کرتا ہے تو اس کے بعد جو کچھ کھائے پیئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بعض ناسمجھ لوگوں نے شراب کو مباح سمجھ لیا اس آیت کے ظاہر سے۔ اگر وہ لوگ اس آیت کے شانِ نزول سے واقف ہوتے تو شراب جس کی حرمت سورہ مائدہ کی آیت (۹) نو ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ" مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ سے صراحتاً ثابت ہے تو اباحت شراب پر استدلال نہ کرتے۔

کچھ صحابہ کرام ؓ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ جو صحابہ ؓ حرمت شراب سے پہلے وفات پاچکے انکے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھنے لگے کہ اُن کا کیا ہوگا جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے اور مر گئے حالانکہ شراب کی حرمت سے پہلے وہ شراب پیا

کرتے تھے اور شراب تو گندگی ہے؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسباب نزول کے فوائد:

بعض لوگ جنہیں علم میں پختگی اور رسوخ نہیں انہوں نے اسباب نزول کی اہمیت کا انکار کیا ہے، کہ اسباب نزول تاریخ وقصہ ہونے کی حیثیت سے علم تفسیر میں کوئی خاص اثر نہیں رکھتا لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے، جمہور علماء کرام نے اس رائے کو رد کیا ہے۔ ہم اکابر علمائے کرام کی آراء اس بارے میں ذکر کرتے ہیں۔

۱..... علامہ واحدیؒ فرماتے ہیں: کسی آیت کی تفسیر اس کے سبب نزول کے بغیر ممکن نہیں۔

۲..... ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: سبب نزول کا بیان قرآن مجید کے معانی سمجھنے کا مضبوط ذریعہ ہے۔

۳..... ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: سبب نزول کا جاننا آیت کے مفہوم کو متعین کرتا ہے کیونکہ سبب کا علم مسبب کا علم دیتا ہے۔

سبب نزول کے فوائد کا خلاصہ:

(۱) احکام کی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں اور کن حالات میں نازل فرمایا ہے۔

(۲) حکم کی سبب کے ساتھ تخصیص ہونا معلوم ہوتا ہے یہ فوائد ان لوگوں کے لئے (جو اس بات کے قائل ہیں کہ اعتبار لفظ کے عموم کا نہیں، بلکہ خصوص سبب کا ہوتا ہے)۔

(۳) بسا اوقات لفظ کے ظاہر سے ''حصر'' معلوم ہوتا ہے لیکن سبب نزول سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم اسی میں منحصر نہیں۔

(۴) سبب نزول کی وجہ سے ابہام رفع ہو جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

اسباب نزول جاننے کے فوائد پر کچھ مثالیں:

۱..... مروان بن حکم کو ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَالَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (آل عمران : ۱۸۸)

اس آیت کے سمجھنے میں دشواری ہوئی کیونکہ آیت کے معنی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے، کہ ہر اس شخص کو عذاب ہوگا جو اپنے کئے پر خوش ہو، اور اپنے کئے پر تعریف کا خواہاں ہو، تو فرمانے لگے: اس صورت میں تو ہم سب کو ضرور عذاب ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے سامنے جب یہ اشکال رکھ دیا گیا تو آپ رضؓ نے فرمایا: کہ یہ آیت اہل کتاب یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب نبی کریم ﷺ نے ان سے کسی شی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے وہ بات چھپالی، اور اس کتمان کے باوجود آپ ﷺ سے تعریف کے بھی خواہاں ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲..... حضرت عروۃ بن زبیر رضؓ کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سمجھنے میں دشواری ہوئی۔

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴾ (بقرۃ : ۱۵۸)

کیونکہ آیت کے ظاہر سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کے عدم وجوب کی طرف اشارہ ہو رہا ہے، حالانکہ سعی تو واجب ہے، انہوں نے یہی اشکال اپنی خالہ ام المؤمنین اماں عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا تو فقیہ الامۃ اماں عائشہ رضؓ نے جواب دیا

Scanned with CamScanner

بھانجے! آپ اس کے شان نزول سے واقف نہیں، اس لیے آپ کو یہ اشکال ہوا، دراصل اس آیت کا پس منظر یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی اپنے دو بتوں یعنی صفا پر ''اساف'' اور مروہ پر ''نائلہ'' نامی بت کے لئے کرتے تھے۔

جب لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو بعض صحابہ کرام نے اس ڈر سے صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے میں حرج سمجھا کہ کہیں یہ معاملہ جاہلیت کے عبادت کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں گناہ یا حرج کو دور کرنے کا ذکر ہوا۔ اگر سعی واجب نہ ہوتی تو تعبیر یوں ہوتی ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾

۳..... بعض ائمہ کو اس آیت ﴿وَالّٰئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ﴾ (طلاق : ٤)

اس آیت میں یہ الفاظ ''اگر تم کو شک یا شبہ ہو'' سے بعض اہل ظاہر نے کہہ دیا کہ سن رسیدہ عورت کو جن کا حیض آنا بند ہو چکا ہے، اس پر کوئی عدت نہیں۔ لیکن اگر انہیں سبب نزول معلوم ہو تو ان الفاظ کی وجہ آسانی سے سمجھ میں جاتے، وہ یوں کہ جب سورۃ نساء میں عورتوں کی عدت بیان کی گئی تو بعض صحابہ کرام مثلاً ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! کچھ عورتیں ایسی ہیں کہ جن کی عدت قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئی۔ ایک تو چھوٹی بچیاں کہ جن کو حیض نہیں آتا۔ دوسری وہ سن رسیدہ عورتیں اور تیسری حاملہ عورتیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

٤..... سبب نزول جاننے کی وجہ سے حصر کے وہم کو دور کیا جا سکتا ہے مثلاً اس آیت مبارکہ ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْفِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الانعام: ١٤٥)

یہ آیت بظاہر مذکورہ اشیاء کے محرمات کے حصر پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس کے علاوہ بھی محرمات ہیں یہی مفہوم امام مالکؒ نے سمجھا ہے حالانکہ اس آیت میں حصر مقصود نہیں، بلکہ یہ حصر کی صورت صرف مشرکین کے اللہ کے حلال کردہ اشیاء کے حرام کرنے اور حرام کردہ کو حلال کرنے پر رد کے لئے نازل ہوئی۔

اس لئے امام شافعیؒ اس آیت کے تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کفار نے جب اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دیا تو اس کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی (گویا اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا جن چوپائیوں کو مثلاً بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ کو) جو تم نے حرام قرار دے رکھا ہے، وہ تو حلال ہی ہے اور جن چیزوں کو (مثلاً مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت وغیرہ) کو تم حلال کہتے ہو، حالانکہ وہ تو حرام ہیں۔

اس لئے امام الحرمین فرماتے ہیں:

"وَ هٰذَا فِيْ غَايَةِ الْحُسْنِ وَ لَوْ لَاسَبَقَ الشَّافِعِيُّؒ اِلٰى ذٰلِكَ لَمَا كُنَّا نَسْتَجِيْزُ مُخَالَفَةَ مَالِكٍ فِيْ حَصْرِ الْمُحَرَّمَاتِ فِيْمَا ذَكَرَتْهُ الْآيَةُ۔"

ترجمہ: یہ نہایت عمدہ بات ہے اگر امام شافعیؒ اس کے مطلب کی طرف نہ گئے ہوتے تو ہم آیت میں مذکورہ محرمات کے حصر میں امام مالکؒ کی مخالفت کو جائز نہ سمجھتے۔

٥..... سبب نزول کی وجہ سے نام معلوم ہو جاتے ہیں اور ابہام رفع ہو جاتا ہے جیسے ﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا﴾ (احقاف: ١٧)

مروان بن حکم نے اس کو عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے بارے میں خیال کیا تو

Scanned with CamScanner

اماں عائشہ ؓ نے اس کا شان نزول بیان کر کے اس خیال کی تردید کی۔

بخاری شریف کی روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مروان کا یہ کہنا محض عداوت اور دشمنی کے بنا پر تھا۔ جب وہ یزید کے خلافت پر بیعت کی ترغیب دینے لگا اس پر عبدالرحمٰن ؓ نے مخالفت کی تھی۔

سبب نزول کیا ہے؟

جب کوئی واقعہ یا حادثہ ہوتا، اس واقعہ کے بارے میں ایک یا ایک سے زیادہ آیت کریمہ نازل ہوتی، تو اس واقعہ کو مفسرین کی اصطلاح میں ''سبب نزول'' کہا جاتا ہے یا آپ ﷺ سے کسی نے حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے امور دین میں سے کسی امر کے بارے میں پوچھنے کے لئے سوال کیا اور اس سوال کے جواب میں کسی آیت کا نازل ہونا یہ بھی سبب نزول یا شان نزول کہلاتا ہے۔

(۱) سبب نزول کسی واقعہ کا: (ایک مثال کی صورت میں)

بخاری شریف میں خباب بن الارت ؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں، کہ میں لوہار تھا اور میرا عاص بن وائل کے ذمہ قرض تھا، میں اس سے اپنا قرض مانگنے گیا تو وہ کہنے لگا، میں تمہیں تیرا قرض واپس نہیں کروں گا، جب تک تم نبی کریم ﷺ کا انکار اور ہمارے بتوں لات وعزیٰ کی پوجا نہیں کرتا۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کا انکار نہ کروں گا حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں موت دیدیں اور تمہیں پھر زندہ اٹھائے (یعنی میں تو قیامت تک ایمان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں)

تو اس نے کہا اچھا اگر ایسی بات ہے، تو مجھے اس دن تک مہلت دیدیں جب اس دن مجھے مال اور اولاد دیا جائے گا، تو اس دن تیرا قرض تجھے ادا کردونگا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ اَفَرَءَ يْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ كَلَّا ط سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴾ (مریم: ۷۷ - ۸۰)

(۲) سوال کے جواب پر سبب نزول:

حضرت معاذؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہود ہم پر غالب آتے ہیں اور چاند کے متعلق ہم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ﴾

(سورۃ البقرہ: ۱۸۹)

سبب نزول کو جاننے کا طریقہ:

اسباب نزول میں کوئی رائے اور اٹکل کا تعلق نہیں بلکہ سبب نزول کا تعلق روایات صحابہ یا سماع سے ہونا ضروری ہے۔

مصنفؒ کی عبارت سے مندرجہ ذیل اصول معلوم ہوتے ہیں۔

۱..... اسباب نزول کے بارے میں وہ قول معتبر ہے جو کسی صحابی، تابعی یا ان کا کوئی فیض یافتہ شاگرد ہو۔

۲..... اسباب نزول میں سند صحیح کا اعتبار کیا جائے گا۔

۳..... کسی آیت کے بارے میں کسی صحابی کا قول "سَبَبُ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ كَذَا" تو وہ واقعہ اور سوال اس کا شان نزول یا سبب نزول کہلائے گا۔

۴..... اگر نزول کے مادہ پر "فا تعقیبیہ" داخل ہو تو وہ بھی سبب نزول ہوگا اس آیت کا مثلاً "حَدَّثَ كَذَا اَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كَذَا فَنَزَلَتْ۔"

فائدہ:

Scanned with CamScanner

(البتہ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے) کہ کبھی نزول کا مادہ سبب نزول کے بارے میں نص نہیں ہوتا بلکہ صحابی یا تابعی کا کہنا کہ " نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ كَذَا" سے وہ حکم مراد ہوتا ہے کہ جس کو آیت شامل ہوتی ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ اور علامہ ابن تیمیہ ؒ دونوں نے ان دونوں باتوں کی طرف نشاندہی کی ہے۔

ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں (صحابہ وتابعین) کا قول "یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی" کبھی تو اس سے سبب نزول مراد ہوتا ہے اور کبھی یہ مراد ہوتا ہے کہ یہ بات اس آیت میں داخل ہے اگر چہ سبب نزول نہیں ہے۔

کیا سبب نزول متعدد ہو سکتے ہیں؟

بسا اوقات مفسرین ایک آیت کے کئی سبب نزول ذکر کرتے ہیں ہمیں ایسی صورت حال میں درج ذیل اصولوں سے الجھن دور ہو جائے گی۔

(۱) اصول وضابطہ: اگر کسی آیت کی تفسیر میں دو مختلف روایتیں ہوں دونوں میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہوں کہ " نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ كَذَا" (یہ آیت فلاں معاملہ میں نازل ہوئی) لیکن دونوں نے الگ الگ معاملات ذکر کئے ہوں۔ تو درحقیقت دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہوتا بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں کسی کا بھی مقصد یہ نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ اس آیت کا سبب نزول ہے۔ بلکہ منشاء یہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ آیت کے حکم اور مفہوم میں داخل ہے۔

(۲) اگر کسی آیت کے تفسیر میں دو روایتیں ہوں ایک میں " نزلت الآية فی كذا " کے الفاظ ہوں اور دوسری روایت میں صراحۃً کسی واقعہ کو سبب نزول قرار دیا گیا ہو، تو اس دوسری روایت پر اعتماد کیا جائے گا اور پہلی روایت کو راوی کے اجتہاد اور استنباط پر محمول کیا جائے گا۔

Scanned with CamScanner

مثال: اس کی مثال وہ ہے جو امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ﴿ نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ (البقرۃ ۲۲۳) یہ آیت عورتوں کے ساتھ پشت میں صحبت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی (یعنی عورتوں سے لواطت کرنے کی حرمت ثابت ہوتی ہے)

جبکہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہود یہ کہتے تھے کہ جو اپنی بیوی سے پیچھے کی جانب سے اگلے ہی حصہ میں صحبت کرے گا تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ والی آیت نازل فرما کر ان پر رد فرمایا۔

(۳) اگر دونوں روایتوں میں سبب نزول کی صراحت اور دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو یہاں صحیح روایت پر اعتماد کیا جائے گا اور ضعیف روایت کو ترک کیا جائے گا۔

مثال: اس آیت کے شان نزول میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت جندبؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسی تکلیف کی وجہ سے ایک یا دو راتیں تہجد کی نماز نہ پڑھ سکے۔ اس پر ایک عورت نے طعنہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے (معاذ اللہ) تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾

(الضحیٰ: ۱ - ۳)

دوسری روایت طبرانی نے حفص بن یسرہ کی نانی خولہؓ سے (جو کہ حضور ﷺ کی خادمہ تھیں) یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک کتے کا پلا حضور ﷺ کے گھر کے چارپائی کے نیچے بیٹھ گیا اور وہیں اسے موت آگئی۔ اس واقعہ کے بعد چار دن تک وحی نازل نہ ہوئی آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ایسی کیا بات ہوگئی! کہ جبرئیلؑ میرے پاس نہیں آرہے ہیں، میں نے دل میں کہا کہ مجھے

Scanned with CamScanner

گھر میں جھاڑ پونچھ کرنی چاہئے چنانچہ میں نے جھاڑو چارپائی کے نیچے مار کر صفائی کی تو پلا نکلا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان دونوں روایتوں میں دوسری روایت سنداً ضعیف ہے اس لئے اعتماد پہلے پر کیا جائے گا جو صحیح روایت سے ثابت ہے۔

(۴) بعض مرتبہ دو روایتیں جو کہ شان نزول کے بارے میں ہوتی ہے اور سند کے اعتبار سے بھی دونوں صحیح ہوتی ہیں لیکن کسی ایک روایت کے حق میں کوئی وجہ ترجیح پائی جاتی ہے مثلاً ایک کی سند دوسرے کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے، یا ایک کا راوی ایسا ہے جو کہ واقعہ کے وقت موجود تھا اور دوسرے کا راوی اس واقعہ کے وقت موجود نہ تھا تو اس روایت کو اختیار کیا جائے گا جس کے حق میں وجہ ترجیح موجود ہو۔

اس کی مثال وہ روایت ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کی (گلیوں) میں جا رہا تھا اور آپ ﷺ کھجور کی ایک شاخ کا سہارا لے کر چل رہے تھے اتنے میں آپ ﷺ کا گزر کچھ یہودیوں کے پاس سے ہوا تو ان میں سے ایک نے (دوسرے سے) کہا کہ ہمیں ان سے کچھ پوچھنا چاہئے، چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے پاس آکر کہا ہمیں روح کے بارے میں بتلایئے، اس پر آپ ﷺ تھوڑی دیر رک گئے اور کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا، میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے حتی کہ وحی ختم ہوگئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ (بنی اسرائیل : ۸۵)

دوسری روایت جو امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے اور اس روایت کو صحیح کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریش نے یہود سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی بات بتاؤ کہ جو ہم ان کے صاحب سے پوچھ سکیں اس پر

Scanned with CamScanner

ان یہودیوں نے کہا کہ ان سے روح کے بارے میں پوچھو تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ﴾

یہ آخری روایت تقاضا کرتی ہے کہ یہ آیت مکی ہو، جبکہ پہلی روایت تقاضا کرتی ہے کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہو پس پہلی روایت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ اس قصہ میں خود حاضر تھے۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ پہلی روایت بخاری کی ہے اس کی روایت کو دوسری روایتوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۵) بسا اوقات ایک آیت کے سبب نزول ایک سے زیادہ ہوتے ہیں یعنی کئی واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے ہیں اور ان سب کے بعد آیت نازل ہوتی ہے اب ایک راوی اس آیت کے شان نزول کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہے اور دوسرا کوئی اور واقعہ ذکر کرتا ہے۔ بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت تعارض نہیں ہوتا کیونکہ کبھی دونوں ہی واقعات سبب نزول ہو سکتے ہیں۔

اس کی مثال وہ روایت ہے جو امام بخاریؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ہلال بن امیہؓ نے شریک بن سحماء کے ساتھ ملکر اپنی بیوی پر، نبی کریم ﷺ کے سامنے زنا کی تہمت لگائی تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "البینة او حد فی ظهرك" یعنی یا تو گواہ لاؤ یا اپنی پیٹھ کو حد کے لئے تیار رکھو۔ تو اس پر ہلال بن امیہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جب ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے گا تو وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے گا تو آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا "البینة او حد فی ظهرك" پس ہلال بن امیہؓ نے عرض کیا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں سچا ہوں اللہ ضرور میری پیٹھ کو حد سے بری کر دیگا۔ پس جبرئیلؑ یہ آیت لیکر نازل ہوئے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ﴾ (النور: ٦)

Scanned with CamScanner

دوسری وہ روایت جس کو حضرات شیخین نے سہل بن سعد ؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: کہ عویمر بن سعد، عاصم بن عدل ؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کریں کہ جس نے اپنی بیوی کے پاس غیر کو پایا تو اگر وہ اس کو قتل کردے، کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟ (یعنی ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟) پس عاصم ؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ پھر عویمر نے خود نبی کریم ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو چکا ہے اور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ﴾

(۶) ایک صورت تکرار نزول کی ہے یعنی بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی آیت ایک سے زیادہ مرتبہ نازل ہوا اور ہر مرتبہ اس کا نزول کسی نئے واقعہ کے پس منظر میں ہوا ہے، اب کسی راوی نے ایک نزول کا واقعہ ذکر کر دیا اور دوسرے نے دوسرے نزول کا، اس سے ظاہری طور پر تضاد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تضاد اس لئے نہیں ہوتا کہ آیت دونوں واقعات میں الگ الگ نازل ہوئی ہوگی۔

اس کی مثال یہ آیت ہے۔

﴿مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ﴾

پہلا واقعہ جس کو شیخین نے مسیّب ؓ سے روایت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابو طالب کو اس کے انتقال کے وقت ایمان کی دعوت دی لیکن عبداللہ بن اسید اور ابو جہل کے اُکسانے پر ابو طالب نے ایمان نہیں لایا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس بات سے روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ﴾

دوسرا واقعہ وہ روایت ہے جس کو امام ترمذی ؒ نے حضرت علی ؓ سے روایت کیا

Scanned with CamScanner

ہے کہ ایک آدمی نے اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت مانگتے ہوئے سنا، تو میں نے کہا مشرک کے لئے مغفرت کیوں مانگتا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو اپنے مشرک باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی تھی، یہ بات آپ ﷺ سے عرض کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تیسرا واقعہ کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کے پاس بیٹھے روتے رہے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے ان کے لئے دعا مانگنے کی اجازت چاہی تھی لیکن مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

خلاصہ بحث:

(۱) اگر دونوں راوی "نَزَلَتْ فِیْ کَذَا" میں ایک ہی تعبیر استعمال کریں تو ان کا مطلب شان نزول کو بیان کرنا نہیں بلکہ منشاء یہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ آیت کے حکم اور معنی میں داخل ہے۔

(۲) اگر ایک راوی "نَزَلَتْ فِیْ کَذَا" کہے اور دوسرا راوی سبب نزول کی تصریح کریں تو اس میں تصریح والی روایت معتبر ہوگی۔

(۳) اگر کسی آیت کے بارے میں متعدد روایتیں ہوں تو اعتبار صحیح سند کا ہوگا۔

(۴) اگر سنداً تمام روایتیں صحیح ہوں تو وجوہ ترجیح جس روایت کے ساتھ منسلک ہو، تو اعتبار اسی کا ہوگا۔

(۵) اگر وجوہ ترجیح بھی نہ ہوں تو یہ کہہ دیا جائے گا کہ متعدد واقعات اس آیت کے شان نزول ہیں۔

(۶) کبھی ایک آیت متعدد واقعات کے لئے متعدد مرتبہ نازل ہوتی ہے۔

اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے یا خصوص مورد کا؟

یعنی جب ایک واقعہ ہو جائے اور اس کے بارے میں ایک آیت کریمہ

Scanned with CamScanner

نازل ہو، تو کیا اس آیت کا حکم اس حادثہ یا واقعہ یا اس شخص تک محدود ہوگا کہ جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے یا اس کا حکم سب تک متعدی ہوگا؟

تو جمہور علمائے کرام کے ہاں عموم لفظ کا اعتبار ہوگا نہ کہ خصوص مورد کا، یہی صحیح بات ہے۔

جب کہ بعض کی رائے یہ ہے کہ اعتبار خصوص سبب کا ہوگا۔

عموم لفظ کا اعتبار کرنے کے دلائل میں صحابہ کرام ؓ اور تابعین ؒ وغیرہم کے واقعات ہیں۔ جو خاص اسباب کی وجہ سے نازل ہوئے لیکن اس کے باوجود لفظ کے عموم سے استدلال کر کے دوسروں تک حکم متعدی ہوا۔

مثلاً ''آیت ظہار'' سلمہ بن صخر ؓ کے بارے میں اور ''آیت لعان'' ہلال بن امیہ ؓ کے بارے میں اور ''آیت حد قذف'' اماں عائشہ ؓ کے اوپر تہمت لگانے والوں کے متعلق نازل ہوئی اور یہی بات عبداللہ بن عباس ؓ سے بھی مروی ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرقہ کی آیت ﴿ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ﴾ (مائدہ: ۳۸)

چوری کرنے والی عورت کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن جب آپ ﷺ سے نجدہ حنفی ؓ نے پوچھا، کہ یہ آیت اپنے حکم کے اعتبار سے خاص ہے یا عام تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ یہ عام ہے۔

ابن تیمیہ ؒ کی رائے بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات مفسرین کے تعبیر سے لوگ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ اعتبار لفظ کے عموم کا نہیں، حالانکہ یہ بات کوئی سمجھ دار مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

اسی کے قریب علامہ زمخشری ؒ کی رائے بھی ہے:

کہ سورۃ ھمزہ کا سبب خاص ہے لیکن اس کی وعید عام ہے۔

فائدہ:

استاذ محترم مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے اس مقام پر اپنی کتاب

''علوم القرآن'' میں لطیف بحث کی ہے جس کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔

(۱) جن آیات میں کسی معین شخص کا نام لیا گیا ہو تو علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ وہ اسی شخص کے بارے میں ہے دوسروں کو شامل نہیں۔ جیسے ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ﴾ (سورة اللهب : ۱)

(۲) وہ آیات جن میں کسی خاص شخص یا گروہ کا نام لئے بغیر ان کی صفات کا تذکرہ ہو پھر ان اوصاف کے بارے میں حکم بیان کیا گیا ہو اور دوسرے دلائل سے ان آیات کا مصداق کوئی خاص شخص یا گروہ بنتا ہو تو علمائے کرام کے متفقہ قول کے مطابق یہ حکم اسی خاص شخص یا گروہ کے بارے میں ہوگا جیسے ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى o الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى﴾ (اللیل : ۱۷ ـ ۱۸)

یہ آیت بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۳) وہ آیت جو کسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی مگر اس کے الفاظ عام رہے کسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ حکم اس نوعیت کے ہر واقعہ کے لئے ہے تو بھی بالاتفاق اس آیت کا حکم الفاظ کے عموم کے تابع ہوگا نہ کہ سبب نزول کے واقعہ کے ساتھ خاص ہوگا۔

(۴) آیت تو کسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی لیکن الفاظ عام رہے اور کسی دلیل سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ حکم اس واقعہ کے ساتھ خاص ہے یا اس نوعیت کے ہر واقعہ کے ساتھ۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے راجح یہی ہے کہ اس میں لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا نہ خصوص سبب کا۔ (علوم القرآن ملخصاص:۸۲ـ۸۵)

Scanned with CamScanner

تیسری فصل:

قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت کے بارے میں

قرآن مجید کا نزول:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کو اعزاز بخشا ایسی معجز کتاب کے نازل کرنے کے ساتھ جو تمام انسانیت کے لئے دستور حیات ہے، اور تمام امراض کا مداوا ہے اور اس کتاب کے نزول کے لئے تمام مخلوقات میں سب سے افضل پیغمبر محمد ﷺ کو منتخب کیا اور نزول کے واسطے کے لئے جبرئیل امین کو منتخب کیا۔ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کے دل مبارک پر نازل کرتے رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ○عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ○بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ (الشعراء:۱۹۳ ـ ۱۹۵)

نزول قرآن کیسے ہوا؟

قرآن مجید کا نزول دو مرتبہ ہوا۔

(۱) لوح محفوظ سے آسمانی دنیا کے مقام بیت العزت کی طرف یہ ایک ہی رات ''لیلۃ القدر'' میں ہوا۔

(۲) دوسرا نزول بیت العزت سے ۲۳/ تیئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حسب مواقع آپ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔

نزول اول:

قرآن مجید کے متعدد آیات اس بات پر دال ہے کہ قرآن مجید کا نزول دو بار

Scanned with CamScanner

ہوا پہلی مرتبہ نزول ایک ہی رات رمضان المبارک کے مہینے لیلۃ القدر میں ہوا۔

۱ ..... ﴿حٰمٓ o وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ (سورة الدخان : ۱ ـ ۳)

۲ ..... ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾

(سورة القدر : ۱ ـ ۲)

۳ ..... ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ (سورة بقرہ : ۱۸۵)

جبکہ متعدد احادیث بھی اس بات پر دال ہیں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں نقل کیں۔

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ فُصِّلَ الْقُرْآنُ مِنَ الذِّكْرِ فَوُضِعَ فِىْ بَيْتِ الْعِزَّةِ مِنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ، فَجَعَلَ جِبْرَئِيْلُ يَنْزِلُ بِهٖ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم''

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قرآن مجید کو لوح محفوظ سے اتارا گیا بیت العزۃ آسمانی دنیا کی طرف پھر حضرت جبرئیلؑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرتے رہیں۔

قرآن مجید کا نزول دو بار کیوں ہوا؟

اس کی اصل حکمت تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو معلوم ہے البتہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ تاکہ ساتوں آسمانی مخلوقات کو بھی اس کتاب کی عظمت اور جس نبی پر اس کتاب کو نازل کیا جارہا ہے اس کی عظمت اور شرافت کا اندازہ ہو جائے۔

نزول ثانی:

قرآن مجید کا نزول آسمانی دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر متفرق

Scanned with CamScanner

طور پر تئیس سال کی مدت میں ہوا یہ مدت آپ ﷺ کی بعثت سے لیکر آپ ﷺ کے وصال تک ہے۔ متفرق نزول پر قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ دال ہیں۔

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾

(اسراء: ۱۰۶)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ (فرقان: ۳۲)

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو آیتیں دو باتوں پر دلالت کرتی ہے۔

(۱) قرآن مجید کے متفرق نزول پر۔

(۲) سابقہ کتب کے یک بارگی نزول پر۔

(علامہ صابونی فرماتے ہیں) ''اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کتب سماویہ کے اکھٹے نازل ہونے کے دعوے کو نہیں جھٹلایا، بلکہ اس قرآن مجید کے متفرق طور پر نازل کرنے کی حکمت بیان کر کے جواب دیا۔

قرآن مجید کے تدریجاً نزول کی حکمت:

۱..... مشرکوں کے اذیت کے مقابلے میں آپ ﷺ کے قلب مبارک کو قوت دینا۔

۲..... نزول وحی کے وقت نبی ﷺ کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ کرنا۔

۳..... احکامات سماویہ کی تشریع میں تدریج کا لحاظ کرنا۔

۴..... مسلمانوں پر قرآن کا یاد کرنا اور اس کا سمجھنا آسان بنانا۔

۵..... حوادث اور واقعات کے وقوع کے صورت میں اس کا جواب دینا اور تنبیہ کرنا۔

۶..... مصدر قرآن کی طرف راہنمائی، کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

Scanned with CamScanner

حکمت اول کی تفصیل:

قرآن مجید کی تدریجاً نزول میں ایک حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دل کو مضبوطی اور قوت دینا مقصود تھا۔ کیونکہ مشرکین نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے کبھی آپ کے دعوت کو جھٹلاتے، کبھی آپ کا استہزاء اڑاتے، وغیرہ اس صورت حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو تسلی دیتے کہ پیارے حبیب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ پریشان مت ہونا یہ رَوِش تو پہلے سے چلا آیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا﴾ (سورۃ الانعام: ٣٤)

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ (احقاف: ٣٥)

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ (طور: ٤٩)

کبھی انبیاءؑ کے واقعات آپ کے دل بستگی کے لئے سنائے گئے۔

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (ھود: ١٢٠)

کبھی تسلی دی کہ فتح آپ ہی کے مقدر ہے۔

﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ (الفتح: ٣)

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ اپنے انبیاء کی مدد ونصرت فرماتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ o اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ o وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (صفت: ١٧١، ١٧٢، ١٧٣)

کبھی تسلی آپ کو اس بات کی دی جاتی ہے کہ آپ کے دشمن شکست

خوردہ رہیں گے۔

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (القمر: ٤٥)

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

(آل عمران: ١٢)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں آپ کے دل مبارک کو مضبوط کرنا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہے۔

حکمت ثانی کی تفصیل:

وحی کی تدریجی نزول میں ایک حکمت یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ لطف اور مہربانی کا معاملہ ہو کیونکہ قرآن کریم اللہ رب العزت کے کلام ہونے کی وجہ سے انتہائی جلالت اور ہیبت والا کلام تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ (مزمل: ٥)

ہیبت اور جلال کی انتہاء اتنی تھی کہ اگر پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو پہاڑ پھٹ جاتا۔

﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَاالْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًامِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴾ (الحشر: ٢١)

تو آپ ﷺ کے مبارک دل کا کیا عالم ہوگا جب نزول قرآن ہوتا۔ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے، کہ میں نے سخت جاڑوں کے دنوں میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے (ایسی سردی میں یعنی) جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی اس لئے قرآن کریم تدریجاً اتارا گیا کہ آپ پر وحی کی شدت زیادہ نہ پڑے۔

Scanned with CamScanner

تیسری حکمت کی تفصیل:

قرآن کریم نے انسانیت اور خاص طور پر عربوں کے ساتھ حکمت کا طریقہ اپنایا انہیں شرک سے منع کر کے ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور کیا (یعنی عقیدہ کے درستگی کے بعد انہیں عبادات کی طرف لایا گیا۔ چنانچہ ہجرت سے پہلے نماز کا حکم ہوا اور ہجرت کے دوسرے سال روزے اور زکوٰۃ کی فرضیت کی گئی۔ چھ ہجری میں حج کا حکم نازل ہوا، اسی طرح پہلے انہیں کبائر سے اور پھر نرمی کے ساتھ صغائر سے بھی روکا، پھر ان چیزوں کے حرام کرنے میں جو ان کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی تھی شراب، سود، جوا وغیرہ ان کے ساتھ انتہائی حکیمانہ تدریج سے کام لیا جس کی وجہ سے ان تمام برائیوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا اس حکیمانہ شرائع کی مثالیں تو بہت ہے بطور نمونہ کے شراب کو دیکھئے کہ قرآن مجید نے ایک دم سے اس کو حرام نہیں کیا، بلکہ چار مراحل میں اس کی قباحت اجاگر کر کے آخر میں اس پر حرمت کا حکم لگایا۔

پہلا مرحلہ:

سورۃ النحل میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾

(سورة النحل : ٦٧)

کہ شراب رزق حسنہ نہیں ہے۔

دوسرا مرحلہ:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ (بقرہ : ۲۱۹)

اس مرحلہ میں اسلام نے صرف شراب کے جسمانی نقصانات کو بیان کرنے

کے طریقے سے نفرت دلائی لیکن ابھی تک اس کو حرام نہیں کیا۔

تیسرا مرحلہ:

اس مرحلہ میں شراب کو ضروری طور پر حرام کر دیا کہ نمازوں کے اوقات میں اس کو استعمال نہ کرو۔ شان نزول سے یہ بات خوب آشکار ہوتی ہے ارشاد فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (سورۃ النساء ۴۳)

چوتھا مرحلہ:

اس مرحلے میں کلی تحریم نازل کر دی گئی ارشاد فرمایا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (مائدہ: ۹۰ - ۹۱)

اس کا سبب نزول یہ بنا کہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ نے نشے کی حالت میں بچی کی اس شعر

اَلَا یَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النَّوَاءِ
وَ هُنَّ مُعَقَّلَاتٌ بِالْفِنَاءِ

کی وجہ سے حضرت علیؓ کے اونٹنیوں کو ذبح کیا تو حضرت علیؓ نے آپ ﷺ سے شکایت کی، آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے پوچھا، تو اس نے آپ ﷺ کو اوپر نیچے دیکھ کر فرمایا "اَنْتُمْ اِلَّا عَبِیْدٌ لِاَبِیْ" آپ ﷺ سمجھ گئے کہ حضرت حمزہؓ نشے کی حالت میں ہے اس لئے اس کا کچھ مواخذہ نہیں فرمایا، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَّنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا" اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔

Scanned with CamScanner

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (مائدہ: ۹۰ ـ ۹۱)

فائدہ:

قرآن مجید کے حکیمانہ اسلوب اپنے آپ کو متمدن اور مہذب کہلانے والی قوم امریکہ سے زیادہ سودمند سیاست پر مبنی ہے۔

آج یورپ شراب کے مفاسد سے خوب باخبر ہونے کے باوجود، اس کے روکنے پر قادر نہیں جب تک وہ اس حکیمانہ معجز اسلوب کا سہارا نہ لے۔ یہی تو اسلام کا اعجاز ہے جس پر تاریخ شاہد ہے (سبحان اللہ)

چوتھی حکمت کی تفصیل:

مسلمانوں کو قرآن مجید یاد کرنے، سمجھنے اور اس میں تدبر کرنے کا آسان ہونا ہے کیونکہ عرب کے لوگ اُمّی تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ (الجمعہ: ۲)

آپ ﷺ خود بھی اُمّی تھے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ﴾ (اعراف: ۱۵۷)

اس حکمت کا تقاضا تھا کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا نازل ہو کیونکہ وہ لوگ صرف اپنے حافظہ پر بھروسہ کرتے تھے، اسلئے تھوڑا تھوڑا یاد کرنا زیادہ آسان تھا۔

پانچویں حکمت کی تفصیل:

حوادث اور واقعات کا اپنے وقت پر پیش آنا اور اسی وقت میں غلطیوں پر

تنبیہ کرنا یہ زیادہ مناسب ہوتا ہے، لہٰذا جب کوئی نئی بات یا واقعہ پیش آتا تو آیات مبارکہ کا نزول ہوتا اگر کوئی خطأ سرزد ہوتی تو اس پر تنبیہ کے لئے قرآن مجید اترآتا مثلاً غزوۂ حنین میں مسلمانوں کا یہ جملہ "لَنْ نُّغْلَبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ "(آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو یہ جملہ پسند نہ آیا اور اس پر جنگ کا کایا پلٹ گیا قرآن مجید نے ان کا نقشہ بیان کیا ہے۔

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾ (توبہ: ۲۵)

اگر قرآن مجید پہلے سے یکبارگی نازل ہوا ہوتا تو اس بات پر تنبیہ کا موقع نہ تھی۔

چھٹی حکمت کی تفصیل:

قرآن مجید کا نزول تدریجی اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ یہ کتاب عظیم صفات والی ذات کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے۔

علامہ زرقانی اپنی کتاب "مناہل العرفان" میں لکھتے ہیں: کہ قرآن مجید کا تدریجی نزول مصدر قرآن کی طرف رہنمائی اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ محمد ﷺ کا کلام ہو یا اللہ کے علاوہ کسی اور کا کلام ہو۔

کیونکہ ہم قرآن روز اول سے آج تک پڑھتے ہیں اور ہم اس کلام میں سلاست، فصاحت و بلاغت کا جامع، دلربا، طرز بیان، بہتے دریا کی روانی، الفاظ و معانی کی بلند ہم آہنگی دیکھتے چلے آرہے ہیں۔

یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خداوند قدوس کا کلام ہے۔ اول سے لیکر آخر تک اس میں اعجاز ہی اعجاز ہے اور آپ ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے اس کو فلاں سورت میں رکھنا فلاں آیت کے بعد رکھنا۔ حالانکہ آپ ﷺ کو کیا معلوم تھا اس کے بعد کونسا حکم نازل ہوگا، لیکن جیسے ہی تئیس (۲۳)

Scanned with CamScanner

سال کا عرصہ مکمل ہوا تو قرآن مجید کے تمام مضامین ایک ہار کے مانند آپس میں مربوط اور منظّم ہو گئے جیسے ایک ہی ساتھ پرویا گیا ہو۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کے مثل لانے سے انسان اور جن عاجز ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

(سورة النساء: ۸۲)

نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کو کس طرح حاصل کیا؟

آپ ﷺ نے قرآن کریم جبرئیلؑ کے واسطے سے حاصل کیا اور انہوں نے اللہ جل جلالہ سے حاصل کیا، حضرت جبرئیلؑ وہ فرشتے ہیں جو وحی الٰہی کے امین ہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾

(سورة التکویر: ۱۹ - ۲۰)

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

(الشعراء: ۱۹۳ - ۱۹۴)

قرآن مجید کلام اللہ ہے اللہ رب العزت کا اتارا ہوا کلام ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ (نمل: ۶)

آپ ﷺ نزول کے وقت بڑی مشقت برداشت کرتے تھے اور قرآن مجید کو یاد کرنے لئے بڑا مجاہدہ کرتے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۴)

﴿لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا

سال کا عرصہ مکمل ہوا تو قرآن مجید کے تمام مضامین ایک ہار کے مانند آپس میں مربوط اور منظّم ہو گئے جیسے ایک ہی ساتھ پرویا گیا ہو۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کے مثل لانے سے انسان اور جن عاجز ہے۔

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

(سورة النساء: ۸۲)

نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کو کس طرح حاصل کیا؟

آپ ﷺ نے قرآن کریم جبرئیلؑ کے واسطے سے حاصل کیا اور انہوں نے اللہ جل جلالہ سے حاصل کیا، حضرت جبرئیلؑ وہ فرشتے ہیں جو وحی الٰہی کے امین ہیں۔

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾

(سورة التکویر: ۱۹ ـ ۲۰)

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾

(الشعراء: ۱۹۳ ـ ۱۹۴)

قرآن مجید کلام اللہ ہے اللہ رب العزت کا اتارا ہوا کلام ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ﴾ (نمل: ۶)

آپ ﷺ نزول کے وقت بڑی مشقت برداشت کرتے تھے اور قرآن مجید کو یاد کرنے لئے بڑا مجاہدہ کرتے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ز وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا﴾

(طٰہٰ: ۱۱۴)

﴿لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا

قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (قیامہ: ۱۶ تا ۱۹)

جبرئیلؑ ہر رمضان میں آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ جب وصال کا سال آیا تو اس رمضان میں دو (۲) بار حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کے ساتھ دور کیا۔

رہی یہ بات کہ جبرئیلؑ قرآن کو کیسے لیتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ اللہ جل شانہ سے سنتے اور اس کو نبی کریم ﷺ پر نازل کرتے، یہی رائے امام بیہقی کی بھی ہے اور اس کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے: کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے کلام فرماتے ہیں تو آسمان اللہ کے خوف سے کانپنے لگتا ہے۔ اور جب آسمان والے اس وحی کو سنتے ہیں تو اللہ رب العزت کی ہیبت اور جلال سے سجدوں میں گر جاتے ہیں، تو ان میں سب سے پہلے حضرت جبرئیلؑ سر اٹھاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ جتنی چاہتے ان سے وحی کے ساتھ کلام فرماتے ہیں پھر حضرت جبرئیلؑ اس کو فرشتوں تک لے جاتے ہیں اور وہ جب بھی جس آسمان سے گزرتے اس آسمان والے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں ہمارے رب نے کیا کہا؟ وہ فرماتے: حق کہا پھر وہ وہاں لے کے جاتا ہے جہاں لے جانے کا حکم ہوا ہوتا ہے۔

علامہ زرقانی اپنی کتاب ''مناہل العرفان'' میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ غلط بات پھیلائی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نبی ﷺ پر قرآن مجید کے معانی لے کر اترتے تھے۔ اور نبی ﷺ لغت عرب میں تعبیر کرتے اور یہ رائے بھی غلط ہے کہ الفاظ جبرئیلؑ کے ہیں اور معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

یہ دونوں رائے باطل ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع امت کے صریح خلاف ہے اور مسلمانوں کی کتابوں میں اس قسم کی باتیں اغیار کی سازش ہے کیونکہ اس صورت

میں قرآن کریم کا معجزہ ہونا کیسے ہوگا، کہ جب آپ ﷺ یا جبرئیل ؑ کا کلام ہو۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰہِ ﴾

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں بالاتفاق بذریعہ وحی نازل ہوئی۔

کیا سنت نبویہ بھی وحی الٰہی ہے؟

قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لفظاً بھی اور معناً بھی۔ البتہ سنت یعنی احادیث مبارکہ میں الفاظ آپ ﷺ کے ہیں جبکہ معانی اللہ سبحانہ کی طرف سے ہیں۔

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾

پہلی قسم کو جو لفظاً اور معناً دونوں اللہ کی طرف سے ہے قرآن ہے۔ دوسری قسم جو صرف معناً اللہ کی طرف سے ہے وہ احادیث، سنت نبویہ کہلاتے ہیں۔ اس لئے حدیث کی روایت بالمعنیٰ جائز ہے بخلاف قرآن کے کہ اس کی روایت بالمعنیٰ جائز نہیں۔

❁ ❁ ❁

Scanned with CamScanner

چوتھی فصل:

جمع قرآن کے بارے میں

قرآن مجید کو دو زمانوں میں جمع کیا گیا۔

(۱) نبوت کے زمانے میں (۲) خلفائے راشدین کے زمانے میں

ان میں سے ہر ایک جمع کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔

لفظ جمع کی مراد:

بعض دفعہ جمع کا لفظ بولا جاتا ہے، لیکن مراد اس سے حفظ اور انسانی سینوں میں محفوظ کرنا ہوتا ہے اور کبھی اسے لکھ کر، محفوظ کرنا اور کتابوں اور ورقوں میں نوٹ کرنا مراد ہوتا ہے۔

عہد نبوت کے جمع میں دونوں باتیں پائی جاتی تھیں۔

(۱) پہلے دلوں میں حفظ کے ذریعے جمع کرنا۔

(۲) سطور میں جمع کرنا کتابت اور نقش کے ذریعے۔

سینوں میں قرآن جمع کرنا:

قرآن مجید نبی اُمّی ﷺ پر نازل ہوا اس لئے ان کی تمام تر توجہ اس کے حفظ اور زبانی یاد کرنے کی طرف رہی، تاکہ وہ اس کو اس طرح محفوظ کر سکیں، جس طرح یہ نازل ہوا ہے، پھر لوگوں کے سامنے پڑھتے تاکہ وہ اس کو یاد کر سکیں۔

آپ ؐ کی بعثت بھی امّیوں کی طرف ہوئی تھی جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الجمعه : ٢)

عام طور پر اَن پڑھ آدمی کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ تر اپنے حافظے پر اعتماد کرتا ہے ۔ عرب قوم نزول قرآن کے زمانے میں کامل فصیح عربیت کے ان خصائص سے متصف تھی جس میں حافظہ کی مضبوطی، جلدی یاد کرنے کی صلاحیت اور ذہن کا تیز چلنا وغیرہ شامل ہیں ۔ ایک عربی شخص لاکھوں کی تعداد میں اشعار اور اپنے نسب کو زبانی یاد کرتا تھا۔ بہت کم لوگ تھے جو اس صفت کے ساتھ متصف نہ تھے۔

پھر قرآن نازل ہوا اور اپنی قوت بیانی کے ذریعہ ان پر غالب آیا اور ان کے احساسات کو قابو کر لیا ان کے ذہنوں اور افکار پر اپنا تسلط قائم کر دیا، حتی کہ ان کی توجہات اس بزرگ اور برتر کتاب کی طرف پھر گئے تو اس کی آیتوں اور سورتوں کو زبانی یاد کرنے لگے اور اشعار کو چھوڑ دیا، کیونکہ انہوں نے اس قرآن میں زندگی کی روح کو پالیا تھا۔

اور خود نبی کریم ﷺ قرآن کو یاد کرنے میں انتہائی حرص رکھتے تھے، راتوں کو عبادت، تلاوت اور معانی قرآن میں غور وفکر کی غرض سے نماز میں اس کی تلاوت فرماتے حتی کہ زیادہ کھڑا رہنے کی وجہ سے آپؐ کے قدم مبارک میں ورم آجاتا۔

رہی بات صحابہ کی، تو قرآن مجید کی تلاوت کا آپس میں تکرار کرتے ایک دوسرے پر تلاوت میں سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے اپنے گھروں میں بیویوں اور بچوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔ گھروں میں تلاوت کرتے اگر کوئی شخص تاریکیوں میں صحابہ ؓ کے گھروں سے گزرتا تو قرآن مجید کی تلاوت کو سنتا، جیسا کہ امام بخاری ؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کی روایت تخریج کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کاش تو مجھے رات کے وقت اپنی قرأت غور سے سنتے ہوئے دیکھتا تجھے تو داؤدؑ کے سُروں میں کوئی سُر عطا کی گئی ہے۔

مسلم کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے

Scanned with CamScanner

رسول ﷺ! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اس کو اور بھی آپ کے مزید خوش الحانی سے پڑھتا۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ہجرت کرتا تو نبی ﷺ اس کو ہم میں سے کسی کے پاس بھیجتے۔

یہی وجہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حفاظ کی تعداد بے شمار ہوگئی تھی صرف جنگ یمامہ میں شہید ہونے والوں کی تعداد کا جاننا کافی ہے کہ ان کی تعداد ستر سے متجاوز تھی، جو کہ اکابر صحابہ تھے اتنی ہی تعداد عہد نبوت میں بئر معونہ میں شہید کردیئے گئے۔

بخلاف اہل کتاب کے کہ ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا کہ جو تورات اور انجیل کا حافظ ہو وہ صرف لکھنے پر اعتماد کرتے تھے۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی فضل سے محفوظ رکھا یعنی اس کو یاد کرنے کے لئے آسان فرمایا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سورة القمر ١٧)

اور اس کے محفوظ کرنے کا خود ذات باری تعالیٰ نے ذمہ داری لی چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورة الحجر ٩)

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
وَكِتَابَهٗ اَقْوٰى وَ اَقْوَمُ قِيْلًا
لَاتَذْكُرُوْا الْكُتُبَ السَّوَالِفَ عِنْدَهٗ
طَلَعَ الصَّبَاحُ وَ اَطْفِىءِ الْقِنْدِيْلَا

Scanned with CamScanner

ترجمہ: اللہ اکبر آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کی کتاب سب سے قوی اور درست بات ہے۔ قرآن مجید کے سامنے گزشتہ کتابوں کا تذکرہ نہ کرو، کیونکہ صبح طلوع ہوئی تو چراغیں بجھ گئیں۔

سطروں میں قرآن کریم کا جمع کرنا:

اس قرآن مجید کی دوسری خصوصیت اس کا مصحف میں لکھا ہوا ہونا ہے۔ نبی ﷺ کے خاص کاتبین وحی تھے، جب بھی قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو فوراً لکھتے اور اس کو محفوظ کرتے۔

کاتبین وحی میں مشہور صحابہ کرام ؓ یہ تھے۔ حضرت زید بن ثابت، اُبی بن کعب، معاذ بن جبل، معاویہ بن ابی سفیان، خلفائے راشدین اور ان کے علاوہ دیگر کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

کتابت کا طریقہ:

کتابت کا طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام ؓ اس کو کھجور کے چھلکوں، باریک پتھروں، چمڑے کے ٹکڑوں اور جانوروں کے شانے کے ہڈیوں پر لکھا کرتے تھے کیونکہ عرب میں کاغذ دستیاب نہیں تھا۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی کو حکم دیتے تھے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد فلاں جگہ میں رکھنا، اسی وجہ سے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جمع قرآن توقیفی ہے۔ یعنی قرآن جس ترتیب سے ہے اس طریقے مرتب کرنا اللہ کے حکم میں سے ہے۔

جمع قرآن ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں:

آپ ﷺ جوار رحمت کی طرف منتقل ہو گئے ان کے بعد ابوبکر صدیق

جب خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنی خلافت میں بڑے اہم واقعات اور سخت مشکلات کا سامنا کیا، ان میں سے مرتدین کے ساتھ وہ جنگ بھی تھی جو مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے متبعین کے درمیان رونما ہوئی اس میں کافی سارے قراء صحابہ کرام ؓ شہید ہو گئے اور ستر سے زائد بڑے بڑے حفاظ کرام شہید ہوئے، اس معاملہ نے مسلمانوں کو خوفزدہ کیا اور حضرت عمر ؓ کافی پریشان ہوئے ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آئے اور قرآن جمع کرنے کا مشورہ دیا۔

بخاری نے اس واقعہ کو زید بن ثابت سے اس طرح نقل کیا ہے۔

کہ حضرت زید بن ثابت ؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اہل یمامہ کے قتل کے زمانے میں مجھے پیغام بھیجا (یعنی جنگ یمامہ میں ستر صحابہ کی شہادت کے بعد) مجھے بلایا میں گیا تو حضرت عمر ؓ بھی وہاں موجود تھے، ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: حضرت عمر ؓ میرے پاس آکر یہ کہنے لگے ''یمامہ کے دن قراء کی بڑی تعداد کو قتل کیا گیا ہے اور مجھے خوف ہے کہ قراء کی قتل کا سلسلہ اگر یوں ہی رہا تو قرآن کریم کا بڑا حصہ ختم ہوسکتا ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیجئے'' تو میں نے کہا کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کرسکتا ہوں، حضرت عمر ؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس میں بہتری ہے، اس معاملے میں وہ بار بار مجھ پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اس معاملے کے لئے جس کے لئے حضرت عمر ؓ کا سینہ کھولا تھا، میں نے بھی اسی رائے کو اچھا سمجھا جو رائے حضرت عمر ؓ کی تھی۔

حضرت زید ؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر ؓ نے مجھے فرمایا کہ آپ عقل مند اور نوجوان آدمی ہو، ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگا سکتے، کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی کو لکھا کرتے تھے لہٰذا آپ قرآن کو تلاش کر کے اس کو جمع کیجئے۔

حضرت زید ؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے

کا حکم دیا جاتا تو وہ بھی میرے لئے اتنا مشکل نہیں تھا جتنا یہ کام مشکل و دشوار تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ آپ حضرات اس کام کو کیسے کر رہے ہو جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو ابوبکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس میں خیر ہی خیر ہے۔ وہ مجھ پر اصرار کرتے رہے حتی کہ مجھے بھی اس معاملے میں شرح صدر ہوا، جس پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہوا تھا، تو میں نے قرآن مجید کو تلاش کیا، چکنے پتھروں، کھجور کے درخت کے چھلکوں اور لوگوں کے سینوں سے، میں نے اس کو جمع کیا حتی کہ سورۃ توبہ کی آخری آیات کو ابوخذیمہ انصاریؓ کے پاس پایا، جس کو میں نے اس کے علاوہ کسی کے پاس نہیں پایا وہ آیات یہ ہے۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (توبہ: ۱۲۸ - ۱۲۹)

پھر وہ صحیفہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہا حتی کہ ان کا انتقال ہوا پھر حضرت عمرؓ کے پاس ان کے وفات تک رہا پھر حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔

جمع قرآن کے متعلق چند سوالات:

سوال:۱ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جمع قرآن میں تردد کیوں ہوا؟

جواب: ابوبکر صدیقؓ کو جمع قرآن میں تردد اس لئے ہوا کہ کہیں لوگ قرآن کو یاد کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور مصاحف کے موجودگی کی وجہ سے حفظ قرآن میں رغبت کم نہ ہو جائے مصاحف نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص اس کو زبانی یاد کرنے کی کوشش کرے گا۔

دوسری بات یہ تھی کہ صدیق اکبرؓ شریعت کے حدود میں انتہائی محتاط رہتے تھے اس لئے وہ ڈر گئے کوئی ایسی نئی چیز نہ نکالیں جس کو آپ ﷺ ناپسند کرتے ہو۔ اس لئے

حضرت عمرؓ سے فرمایا میں کیوں ایسا کام کروں جس کو آپ ﷺ نے نہیں کیا۔

شاید وہ اس لئے بھی ڈرتے ہوں کہ یہ تخلیق اور نئی ایجاد کہیں ان کو مخالفت اور ابتداع میں مبتلا نہ کرے، لیکن جب اس کام کو قرآن مجید کے لئے فی نفسہ حفاظت اور تحریف وضیاع سے محفوظ ہونے کا اہم ذریعہ سمجھا، تب انہوں نے قرآن کریم جمع کرنے کا عزم کیا اور حضرت زیدؓ کو بھی اعتماد میں لینے کی کوشش کی یہاں تک کہ ان کو بھی شرح صدر ہوا اس عظیم کام کو انجام دینے کے لئے۔

سوال:۲

ابوبکر صدیقؓ نے اس عظیم کام کے لئے حضرت زیدؓ کا انتخاب کیوں فرمایا؟

جواب:

جواب یہ ہے کہ زید بن ثابتؓ میں وہ صلاحیتیں موجود تھیں جو اس کو قرآن کے جمع کرنے کا اہل بناتی تھیں جبکہ یہ صلاحیتیں دوسروں میں موجود نہ تھیں کیونکہ وہ قرآن کے حافظ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے تھے ذہانت اور کمال میں بھی معروف تھے۔

سوال:۳

حضرت زیدؓ کے اس قول کا کیا مقصد کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات کو ابوخزیمہؓ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں پایا؟

جواب:

جواب یہ ہے کہ اس آیت کو ابوخزیمہؓ کے علاوہ کسی اور کے پاس لکھا ہوا نہیں پایا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ آیت محفوظ نہیں، بلکہ یاد تو سب کو تھی لیکن کتابت کی شکل میں صرف ابوخزیمہؓ کے پاس پایا گیا۔ کیونکہ جمع قرآن میں حضرت زیدؓ حفظ

Scanned with CamScanner

وکتابت دونوں کو جمع کرنا چاہتے تھے۔

جمع قرآن کے سلسلے میں لائحہ عمل:

جمع قرآن میں انتہائی درجہ کا احتیاط اور کڑی شرائط کو مدنظر رکھا گیا۔ صرف حفظ پر اعتماد نہیں کیا گیا، بلکہ حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت کو بھی شرط قرار دیا، یعنی جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لکھا ہوا کتاب کی شکل میں لوگوں کے پاس موجود تھا، اس کو بھی جمع کرنے کا شرط لگا دیا۔ پھر اس پر دو گواہوں کا پیش کرنا بھی شرط قرار دیا گیا اس بات پر ابوداؤد کی روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت زید ؓ اور حضرت عمر ؓ سے فرمایا: کہ تم دونوں مسجد کے دروازے پر بیٹھو جو کتاب اللہ کے کسی آیت پر دو گواہ لیکر تمہارے پاس حاضر ہو تو تم اس کو لکھو۔

قَالَ اِبْنُ حَجَرٍ: " اَلْمُرَادُ بِالشَّاهِدَيْنِ اَلْحِفْظُ وَالْكِتَابَة "

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ گواہوں سے مراد "زبانی یاد ہو" اور "لکھا ہوا ہونا ہے۔"

قَالَ السَّخَاوِيُّ: " اَلْمُرَادُ اَنَّهُمَا يَشْهَدَانِ عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ الْمَكْتُوْبُ كُتِبَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ"

علامہ سخاوی ؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کہ دو آدمی گواہی دیتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا گیا۔

ابوبکر صدیق ؓ کے مصحف کے خصوصیات:

۱..... مکمل تحقیق اور کامل اطمینان۔

۲..... مصحف میں صرف ان آیات کو درج کرنا جو منسوخ نہیں ہوئے تھے۔

۳..... امت کا اس پر اجماع ہونا اور لکھی ہوئی آیات کا متواتر ہونا۔

۴..... مصحف کا تمام سات قرأتوں پر مشتمل ہونا۔

Scanned with CamScanner

ان خصوصیات کی بناء پر ابوبکر صدیق ؓ کا مصحف ممتاز تھا۔

حضرت علی ؓ نے ابوبکر صدیق ؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"اَعْظَمُ النَّاسِ فِی الْمَصَاحِفِ اَجْرًا اَبُوْبَکْرٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ، هُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ کِتَابَ اللّٰهِ"

لوگوں میں مصاحف کے سلسلے میں زیادہ اجر پانے والے ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو وہ کتاب اللہ کے سب سے پہلے جمع کرنے والے ہیں۔

قرآن مجید کا عہد صدیق کے دور میں ایک مصحف میں جمع کرنے کا یہ مطلب نہیں، کہ اس سے پہلے صحابہ کے پاس مصاحف نہیں تھے جس میں قرآن لکھا گیا تھا۔ بلکہ بعض صحابہ کے پاس مصاحف تھے لیکن وہ مذکورہ خصوصیات پر مشتمل نہیں تھے۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں کیوں جمع نہیں کیا گیا؟

اس کی کئی وجوہات تھیں

۱..... قرآن مجید ایک ساتھ مکمل نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہو رہا تھا تو اس کو جمع کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔

۲..... بعض آیتیں عہد نبوی میں منسوخ ہوتی تھیں، جب اس کو نسخ کا سامنا تھا تو اس کو ایک مصحف میں جمع کرنا کیسے ممکن تھا۔

۳..... آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نزول کی ترتیب پر نہیں تھی اس لئے فی الحال جمع ممکن نہ تھا۔

۴..... آخری نازل ہونے والی آیتیں اور وصال النبی ﷺ کے درمیان زمانہ بہت کم تھا، تو اس زمانے میں جمع کرنا ممکن نہیں تھا۔

Scanned with CamScanner

۵..... عہد نبی ﷺ میں ایک مصحف پر جمع کرنے کی وہ علت نہیں پائی جارہی تھی، جوابوبکر صدیق ؓ کے دور میں پائی گئی۔

حضرت عثمان ؓ کے دور میں جمع قرآن اوراس کا سبب:

حضرت عثمان ؓ کے دور میں جمع قرآن کا سبب اس کے علاوہ تھا جوابوبکر صدیق ؓ کے دور میں تھا۔

چنانچہ بخاری میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حذیفہ بن الیمان ؓ حضرت عثمان ؓ کے پاس آئے وہ ارمینیہ اور آذربیجان کی فتح میں اہل شام اور اہل عراق کے ساتھ جنگ کررہے تھے تو ان لوگوں کی آپس میں قراءت کے اختلاف نے حضرت حذیفہ ؓ کوخوفزدہ کیا۔انہوں نے حضرت عثمان ؓ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین ! یہود ونصاریٰ کی طرح کتاب میں اختلاف کرنے سے پہلے اس امت کوسنبھال لیں،تو حضرت عثمان ؓ نے حفصہ ؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ صحیفے ان کے پاس بھیج دیں تا کہ وہ ان کودوسرے مصاحف پر لکھوا کر واپس کردیں گے۔

انہوں نے حضرت زید بن ثابت ؓ ،عبداللہ بن زبیر ؓ ،سعید بن العاص ؓ اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے مصاحف میں ان کو لکھ ڈالا۔حضرت عثمان ؓ نے قریش کے تین آدمیوں سے فرمایا، جب تمہارا اور زید ؓ کا قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہوتو اس کو قریش کی لغت میں لکھ ڈالنا تو انہوں نے اسی طرح کیا،حتی کہ جب وہ اس مصحف کو مختلف مصاحف میں لکھ چکے تو حضرت عثمان ؓ نے صحیفوں کو حضرت حفصہ ؓ کو واپس کردیا اور تمام اطراف عالم میں اس مکتوب مصاحف میں سے ایک ایک مصحف بھیج دیا اس کے علاوہ باقی جو صحیفے یا مصحف تھے ان کو جلانے کا حکم دیا۔

Scanned with CamScanner

مصحف صدیقی اور مصحف عثمانی میں فرق:

(۱) ابوبکر صدیق ؓ کا جمع آیتوں کو ترتیب سے جمع کرنا اور ایک مصحف میں لکھنے سے عبارت تھی جبکہ مصحف عثمانی کو سات قرأتوں سے خالی کر کے ایک قریش کی لغت پر باقی رکھنے سے عبارت تھی۔

(۲) مصحف صدیقی کو جمع کرنے کی علت قراء کا شہید ہونا اور قرآن کے ضائع ہونے سے بچنے کے پیش نظر تھا، جبکہ مصحف عثمانی کی علت قراء کا اختلاف تھا۔

(۳) مصحف صدیقی ساتوں قرأتوں یعنی ساتوں لغتوں پر مشتمل تھا جبکہ مصحف عثمانی کو ایک ہی قرأت پر مشتمل رکھا گیا۔

Scanned with CamScanner

پانچویں فصل:

قرآن مجید میں نسخ اور اس کی تشریعی حکمت کے بارے میں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر خصوصی کرم ہے کہ اپنے بندوں کے لئے شرعی احکام میں تدریج کے طریقے کو مقرر کیا تا کہ وہ اس شریعت بیضاء پر عمل پیرا ہو سکیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (بقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ پاک تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: نہیں رکھی تم پر دین میں کوئی مشکل دین تمہارے باپ ابراہیم ؑ کا، اس ذات نے تمہارا نام مسلمان رکھا، اس سے پہلے اور اس میں۔ تا کہ رسول ﷺ تمہارے اوپر گواہ ہو، اور تم لوگ گواہ ہو، لوگوں کے اوپر، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دے دیا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو وہی تمہارا مولی ہے۔ کیا ہی بہترین مولی اور کیا ہی بہترین مددگار ہے۔

یہ بات ہر عاقل اور بالغ کو معلوم ہے کہ احکام بندوں کی دینی و دنیاوی و اخروی فوائد و منافع کے لئے ہی مقرر کئے جاتے ہیں اور بندوں کے مصلحت زمان و مکان کے بدلتے رہنے سے بدلتی رہتی ہے پس جب کسی ایک وقت میں ایک حکم مقرر کیا جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی ظاہری یا باطنی ضرورت اس کی طرف مجبور کرتی ہے جو اس وقت

Scanned with CamScanner

مناسب ہوتی ہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ حاجت اور ضرورت جاتی رہتی ہے، اور رفع ہو جاتی ہے، چنانچہ اس پہلے والے حکم کو بعد والے حکم کے ساتھ منسوخ کرنا اور تبدیل کرنا کہ جو اس دوسرے وقت کے مناسب ہو، یہ حکمت الٰہیہ میں سے ہے۔

اس کی مثال اس طبیب کی مثال کی طرح ہے جو مریض کو غذا اور دوا، مزاج، قابلیت اور استعداد کے اختلاف سے تبدیل کرتا رہتا ہے۔ یہی اس علیم وحکیم ذات کی حکمت ہے، جس نے ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام نازل فرمائے۔

نسخ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

نسخ لغت میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۱..... ازالہ: عرب کہتے ہیں" نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ" سورج نے سائے کو زائل کردیا۔ اسی معنی میں یہ آیت ہے۔﴿ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ ﴾

۲..... منتقل کرنا: عرب کہتے ہیں "نَسَخْتُ الْكِتَابَ اَیْ نَقَلْتُ مَافِيْهِ اِلٰى كِتَابٍ آخَرَ" اسی معنی میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ہم لکھ لیتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

۳..... تبدیل کے معنی میں: ﴿ اِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ﴾

۴..... تحویل کے معنی میں: جیسے مناسخہ میں ہوتا ہے۔

فقہاء اور اصولیین نے اس کی بہت تعریفیں کی ہے لیکن ابن حاجب ؒ کی تعریف زیادہ جامع ہے وہ یہ ہے۔

"رَفْعُ الْحُكْمُ الشَّرْعِيْ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍ مُتَأَخِّرٍ"

شرعی اور اصطلاحی معنی، نسخ کا یہ ہے کہ ایک حکم شرعی کو دوسرے حکم شرعی کے ذریعے ختم کرنا اور تبدیل کرنا۔

Scanned with CamScanner

آیت نسخ کے نزول کی وجہ:

یہود آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمہیں محمد ﷺ کے معاملہ پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر اس سے منع کر دیتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ قرآن کچھ نہیں مگر محمد ﷺ کا کلام ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَانَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾

کیا سماوی شرائع میں نسخ ہوتا ہے؟

شریعت اسلامیہ میں نسخ عقلاً ممکن ہے اور سماعی طور پر واقع ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے بخلاف یہود کے کہ وہ اس کے وقوع کا انکار کرتے ہیں، کہ شریعتوں میں نسخ، سرے سے واقع نہیں، کیونکہ یہ جہل پر دلالت کرتا ہے حالانکہ قرآن عظیم میں ہے۔﴿ لَايَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾

جمہور علماء نے نسخ کے جواز و وقوع پر اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ ہزارہا دلائل آپ ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت درست ہے ماقبل شریعتوں کے نسخ کے قول کے ساتھ۔ یہ تو عقلی دلیل ہے جبکہ سابقہ شریعتوں نسخ میں یہ بات بھی ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں کے ساتھ کیا، پھر یہ بات تمام شریعتوں میں بالاتفاق حرام قرار دی گئی۔

خلاصہ یہ کہ نسخ پہلے شریعتوں میں بھی رہی اور قرآن کریم میں بھی، کیونکہ نسخ کمال قدرت کی دلیل ہے نہ کہ عجز و جہل کی۔

آیات قرآنیہ سے نسخ کا ثبوت:

۱: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَانَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾(بقرہ: ۱۰۶)

۲: ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ

اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هُدًى وَّ بُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾ (النحل: ۱۰۱ ـ ۱۰۲)

۳: ﴿قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ (بقرہ: ۱۴۴)

٤: ﴿وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا﴾ (بقرہ: ۲۳۴)

یہ آیت ناسخ ہے سورہ بقرہ کے آیت کے لئے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزۡوَاجِهِمۡ مَّتَاعًا اِلَى الۡحَوۡلِ غَيۡرَ اِخۡرَاجٍ﴾ (بقرہ: ۲۴۰)

اقسام نسخ القرآن:

۱..... تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ سورۃ احزاب سورۃ بقرہ کے برابر تھی مگر بعض حصے کی تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہو گئے۔

۲..... تلاوت منسوخ ہو اور حکم باقی ہو جیسے آیت رجم:

﴿اَلشَّيۡخُ وَ الشَّيۡخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارۡجُمُوۡهُمَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾

۳..... حکم منسوخ ہو اور تلاوت باقی ہو جیسے اقارب کے لئے وصیت، یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہے، ایک سال کی عدت بیوہ کے لئے، یہ چار ماہ دس دن والی آیت سے منسوخ ہے۔

اشکال:

تلاوت کو باقی رکھتے ہوئے حکم کو اٹھا دینے کی کیا حکمت ہے؟

Scanned with CamScanner

جواب:

علامہ زرکشیؒ نے ''البرہان فی علوم القرآن'' میں اس کے دو جواب دیئے۔

(۱) قرآن کریم کا جس طرح اس کا حکم جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تلاوت کیا جاتا ہے اسی طرح اس کے کلام اللہ ہونے کی وجہ سے بھی تلاوت کیا جاتا ہے۔تا کہ اس تلاوت پر اجر ملے۔

(۲) نسخ اکثر اوقات آیت پر کسی حکم کی مشقت میں کمی کرنے کے لئے ہوتا ہے پس تلاوت کی نعمت کو مشقت کے اٹھائے جانے کو یاد دلانے کے لئے باقی رکھا جاتا ہے۔

علماء وفقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم قرآن کریم سے منسوخ ہوجاتا ہے اور سنت نبویہ سنت نبویہ سے منسوخ ہوجاتی ہے۔خبر متواتر اپنی جیسی خبر متواتر سے منسوخ ہوجاتی ہے۔

لیکن علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے؟

اس بارے میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے نسخ کے لئے قرآن مجید کا ہونا ضروری ہے کیونکہ نسخ کے لئے برابری شرط ہے اور سنت نبویہ قرآن مجید کے برابر نہیں جبکہ جمہور علماء کرام قرآن کریم کا سنت نبویہ سے نسخ کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ دونوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم اور وحی ہیں جیسے کہ فرمایا۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۳-۴)

جمہور فرماتے ہیں کہ وصیت کی آیت حدیث کے ذریعے سے منسوخ ہوئی ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ اَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ اَلَا لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ"

دوسری مثال کوڑوں کی سزا ﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ یہ آیت رجم کی حدیث سے شادی شدہ کے حق میں منسوخ ہے۔آپ ﷺ نے

Scanned with CamScanner

حضرت ماعز اور غامدیہ کو سنگسار کیا ان کو سو/۱۰۰ کوڑے نہیں مارے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیت، سنت مطہرہ سے منسوخ ہو سکتی ہے۔ یہی قول زیادہ مشہور اور راجح ہے۔

کیا نسخ اخبار، واقعات اور حوادثات میں ہوتا ہے؟

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ نسخ احکام، اوامر اور نواہی کے ساتھ خاص ہے۔ واقعات وقصص میں نسخ کا کوئی دخل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ خبر میں کذب بیانی ناممکن ہے۔

البتہ اگر کوئی خبر حکم شرعی کو مستلزم ہو تو اس میں نسخ کا حکم ممکن ہے جیسے ﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾ آیت خمر ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ سے منسوخ ہوئی۔

فائدہ:

حضرت رحمت اللہ کیرانوی ؒ لکھتے ہیں ہمارے نزدیک واقعات، قصص یا امور قطعیہ عقلیہ میں نسخ ممکن نہیں مثلاً کہ خداوند عالم موجود ہے اس میں نسخ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح امور حسیہ میں نسخ نہیں ہو سکتا جیسے دن کی روشنی، رات کی تاریکی ان میں نسخ نہیں ہوتا۔ اسی طرح دعاؤں میں اور ان احکام میں جو اپنی ذاتی حیثیت سے واجب ہیں مثلاً "اٰمَنُوْا وَلَاتُشْرِكُوْا" اور اسی طرح ان احکام میں نسخ نہیں جو دائمی اور ابدی ہے جیسے ﴿لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا﴾ اور اسی طرح ان احکام میں کہ جن کا وقت متعین ہے کہ اس معین وقت کی آمد سے قبل نسخ کا امکان نہیں جیسے ﴿فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ (بائبل سے قرآن تک: جلد:۲ ص:۱۷۱۔۱۷۲)

Scanned with CamScanner

چھٹی فصل

تفسیر اور مفسرین کے بارے میں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت محمدی کے لئے اپنی عظیم کتاب نازل فرمائی، تاکہ وہ مسلمانوں کے لئے دستور حیات ہو اور ہدایت کی ایسی شاہراہ ہو، کہ جس پر مسلمان چل کر اپنی زندگی گزار سکیں اور اس کی درست تعلیمات اور مضبوط نظاموں سے وہ سب کچھ حاصل کریں جو انہیں عزت وسعادت کے درجہ کمال تک پہنچا دے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج لوگوں نے قرآن مجید کے تعلیمات پر عمل اور اس کے معانی میں فہم اور تدبر کو ترک کیا، لوگ عربی کے ملکہ کو برباد کر چکے حالانکہ قرآن مجید کے تعلیمات پر عمل اور ان نصیحتوں اور ارشادات کو جاننا جس پر قرآن پاک مشتمل ہے، قرآنی مضامین کو کھولنے اور بیان کرنے کے طریقے سے ہی ثابت ہو سکتی ہے، جس پر آیات قرآنیہ دلالت کرتی ہے اسی کا نام ''علم التفسیر'' ہے۔ پس تفسیر ان خزانوں اور ذخیروں کی چابی ہے، جس پر قرآن مجید مشتمل ہے جب کہ لوگ صرف اس کے الفاظ دہرانے میں مبالغہ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے قرآن مجید کے الفاظ کو بغیر ان کے معانی کے دہرانے پر اکتفاء کر لیا، اور رسمی محفلوں میں پڑھنے کو سعادت سمجھا، اور ہم یہ بات بھول گئے کہ قرآن کی سب سے بڑی برکت اس میں تدبر کرنے اور سمجھنے اور اس کی ہدایات کو اپنانے اور اس کی تعلیمات وتوجیہات سے استفادہ کرنے میں ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (سورۃ محمد: ۲۴)

Scanned with CamScanner

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سورة القمر: ۱۷)

آج ہم ہدایت کے دریا کے باوجود پیاسے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:

كَالْعِيْسِ فِي الْبَيْدَاءِ يَقْتُلُهَا الظَّمْئَاءُ

وَ الْمَاءُ فَوْقَ ظُهُوْرِهَا مَحْمُوْلٌ

ترجمہ: چٹیل میدان کے ان اونٹوں کی طرح کہ جن کو پیاس مار ڈالے جبکہ پانی ان کے پیٹھوں پر لدا ہو۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

"لَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا بَعْدِيْ اَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ"

سوال: ہم تفسیر کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ہم تفسیر اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے تلاوت میں مہارت حاصل ہو یا اس کے انتہائی پوشیدہ معانی سے پردہ اٹھائیں بلکہ ہم تفسیر اس لئے کرتے ہیں تا کہ ہم بندوں کی غلامی اور انسانوں کی اتباع سے آزاد ہو کر رب العباد جل وعلا کی عبادت کی طرف آئیں، کیونکہ یہ ایسی کامل کتاب ہے جو عقائد، عبادات، اخلاق، سیاست، حکومت، امن وجنگ، اقتصادی معاملات اور ملکی تعلقات، خلاصہ یہ کہ یہ زندگی کے ہر گوشہ کے تعلیمات واحکامات کو شامل ہے۔ اور دلوں کے روگوں کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ (اسراء: ۷۲)

تفسیر وتأویل میں فرق:

تفسیر کے لغوی معنی واضح اور کھول کے بیان کرنے کے ہیں۔ اور اس معنی میں قرآن مجید کی یہ آیت دال ہے۔

Scanned with CamScanner

﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾

(الفرقان : ۳۳)

تفسیر کی اصطلاحی تعریف:

"هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ فَهْمُ كِتَابِ اللّٰهِ الْمُنَزَّلِ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ بَيَانُ مَعَانِيْهِ وَ اسْتِخْرَاجُ اَحْكَامِهٖ وَحِكَمِهٖ"

(البرهان ص: ۱۳ للعلامه زرکشی)

یہ وہ علم ہے کہ جس سے اللہ کے نبی محمد عربی ﷺ پر اتاری ہوئی کتاب کا فہم حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جا سکے۔

دوسری تعریف: "هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ مِنْ حَيْثُ دَلَالَتِهٖ عَلٰى مُرَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِقَدْرِ طَاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ" (مناهل العرفان للزرقانی)

تفسیر ایک ایسا علم ہے کہ جس میں بشری استطاعت کی حد تک اس امر سے بحث کی جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مراد کیا ہے۔

تاویل کا معنی لغوی:

تاویل أوَل سے مشتق ہے اس کے معنی ''رجوع'' یعنی لوٹنے کے ہیں گویا مفسر آیات کو ان کے معانی کی طرف لوٹاتا ہے کہ جن پر یہ آیت مشتمل ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

﴿ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ﴾ (ال عمران : ۷)

تاویل اصطلاح میں:

متقدمین کے نزدیک تاویل وتفسیر یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ ابن جریر طبری" لکھتے ہیں کہ " اِخْتَلَفَ اَهْلُ التَّاوِيْلِ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ " تو اس سے مراد تفسیر

ہی ہوتی ہے۔اسی طرح مجاہدؒ بھی تفسیر کے معنی میں اس کو استعمال کرتے ہیں۔

البتہ متاخرین ان دونوں میں فرق کے قائل ہیں۔

متاخرین کے نزدیک تفسیر سے مراد قرآن کریم کے وہ ظاہری معانی ہیں کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مرادی معنی پر واضح دلالت کرتے ہیں۔

تاویل یہ وہ پوشیدہ معانی ہیں کہ جن کا آیات کریمہ سے استنباط کیا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ تامل، غور وفکر اور استنباط کے محتاج ہوتے ہیں اور جن میں بہت سارے معانی کا احتمال ہے۔پس مفسر کسی ایک معنی کو جو نظر واستدلال کے طریقہ سے قوی ہو اس کو ترجیح دیتا ہے۔

فائدہ:

استاذ محترم مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم نے تفسیر وتاویل میں متعدد فروق لکھے ہیں جو ہم نقل کرتے ہیں لیکن وہ بحث کے آخر میں یہی لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں ابوعبیدہ کا قول جو ترادف کے قائل ہیں صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں استعمال کے لحاظ سے کوئی حقیقی فرق نہیں۔

۱..... تفسیر ایک ایک لفظ کی انفرادی تشریح اور تاویل مجموعی آیت کی تشریح کا نام ہے۔

۲..... تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تاویل اصل مراد کے توضیح کو کہتے ہیں۔

۳..... تفسیر اس آیت کی ہوتی ہے کہ جس میں زیادہ معانی کا احتمال نہ ہو جبکہ تاویل کا مطلب یہ ہے کہ آیت کی جو مختلف تشریحات ممکن ہیں ان میں سے کسی ایک کو دلیل کے ساتھ اختیار کرنا۔

۴..... تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کو اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کو کہتے ہیں۔

۵..... تفسیر الفاظ کے مفہوم بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے

Scanned with CamScanner

والے سبق اور نتائج کی توضیح کو کہتے ہیں۔

تفسیر کے اقسام:

علمی اصطلاح کے مطابق تفسیر کے تین قسمیں ہیں۔

(۱) تفسیر بالروایۃ اس کا دوسرا نام تفسیر بالنقل یا تفسیر بالماثور بھی ہے۔

(۲) تفسیر بالدرایۃ اس کو تفسیر بالرائے بھی کہتے ہیں۔

(۳) تفسیر بالاشارہ اس کا نام علماء نے تفسیر اشاری رکھا ہے۔

ہم ذیل میں ہر ایک پر تفصیلی کلام کریں گے۔ان شاءاللہ

(۱) تفسیر بالروایۃ (یعنی تفسیر بالنقل و ماثور):

یہ وہ تفسیر ہے کہ جو قرآن یا سنت یا اقوال صحابہ کے ساتھ کیا جائے۔

تفسیر القرآن بالقرآن: (قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے کرنا)

اس پر علامہ صابونی نے چند مثالیں ذکر کی ہیں۔

مثالیں:

۱..... ﴿اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ اس آیت میں ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾ کی تفسیر ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے کی گئی ہے۔

۲..... ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ اس آیت میں ﴿الطَّارِقِ﴾ کی تفسیر اگلی آیت میں ﴿النَّجْمُ الثَّاقِبُ﴾ کے ساتھ آئی ہے۔

۳..... ﴿فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ (بقرہ: ۳۷)

اس آیت میں کلمات کی تفسیر جو آدمؑ نے اپنے رب سے سیکھے سورۃ اعراف

آیت ۲۳ میں بیان ہوئے۔

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

٤..... ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ (الدخان آیت : ۲)

اس آیت میں ﴿ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ کی تفسیر دوسری جگہ لیلۃ القدر سے کی گئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (سورۃ القدر : ۱)

تفسیر القرآن بالسنۃ: (قرآن مجید کی تفسیر احادیث مبارکہ سے)

مثالیں:

١..... ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام : ۸۲)

اس آیت میں ''ظلم'' کی تفسیر آپ ﷺ نے شرک سے کی ہے اور اس کی تائید آیت سے بھی ہوتی ہے۔

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان : ۱۳)

٢..... ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ (انشقاق : ۷۔۹)

اس آیت کی تفسیر آپ ﷺ نے اعمال صرف پیش کرنے سے کیا ہے۔

٣..... ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (بقرہ : ۲۳۸)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔

٤..... ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ اور ﴿ضَآلِّيْنَ﴾ کی تفسیر آپ ﷺ نے یہود اور

نصاریٰ سے کی ہے۔

۵..... ﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَةٌ﴾ (یونس: ۲۶)

اس آیت میں زیادۃ کی تفسیر آپ ﷺ نے اللہ جل شانہ کی دیدار سے کی ہے۔

۶..... ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال: ۶۰)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غور سے سن لو کہ قوت وہ تیراندازی کا سیکھنا ہے پھر فرمایا سن لو کہ قوت تیراندازی ہے۔

اس قسم کی تفسیر کی مثالیں بے شمار ہیں۔ علامہ سیوطی ؒ نے الاتقان فی علوم القرآن میں بڑی تعداد میں جمع کی ہیں۔

تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالسنۃ سب سے اعلیٰ درجہ کی تفسیریں ہیں۔

تفسیر ماثور کی تیسری قسم صحابہ کرام ؓ کی تفسیر:

صحابہ کرام ؓ کی تفسیر یہ بھی معتبر اور متعمد ہے کیونکہ صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کے گرد جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے علم کے اوصاف اور شفاف چشمے سے اپنے آپ کو سیراب کیا اور انہوں نے وحی اور قرآن اترنے کا مشاہدہ کیا اور وہ اسباب نزول جانتے تھے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باطنی پاکیزگی، سلامتی فطرت، فصاحت و بلاغت میں ان کے بلند مرتبہ نے ان کو کلام اللہ کو صحیح اور درست سمجھنے کا اہل بنادیا اور وہ ہر ایک انسان سے اس قرآن پاک کے اسرار اور رموز کو زیادہ سمجھتے تھے۔

حاکم فرماتے ہیں:

"اِنَّ تَفْسِیْرَ الصَّحَابِیِّ الَّذِیْ شَهِدَ الْوَحْیَ وَ التَّنْزِیْلَ لَهٗ حُكْمُ

الْمَرْفُوْعِ"

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر اس حدیث نبوی کے حکم میں ہے کہ جو سند کے اعتبار سے نبی ﷺ تک مرفوع ہو تو اس تقدیر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر بھی تفسیر ماثور ہوگی۔

سادہ الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو صحابی نزول وحی کے وقت موجود ہو اس کی تفسیر شیخین کے نزدیک حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔

البتہ تابعی کی تفسیر کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی تفسیر ماثور کے حکم میں ہے کیونکہ غالب یہ ہے کہ انہوں نے اس تفسیر کو صحابی سے لیا ہوگا بعض کہتے ہیں کہ یہ تفسیر بالرائے میں سے ہے۔

تنبیہ:

تفسیر کی سند نبی ﷺ یا صحابہ تک صحیح ہو جائے تو سب سے عمدہ تفسیر ہے اور تفسیر ماثور کے ذکر کے وقت اس روایت کی تحقیق کر لینا مناسب ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تفسیر ماثور اکثر زندیق یہودیوں اور ایرانیوں میں سے مسلمان ہونے والے علماء تک پہنچتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں روایات کی تحقیق کر لینا مناسب ہے۔

روایات ماثورہ کے ضعف کے اسباب:

۱..... صحیح احادیث کا غیر صحیح احادیث سے مل جانا جو بغیر سند اور تحقیق کے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب ہیں۔

۲..... اسرائیلی روایات کی بھرمار جو اسلامی عقائد کے متصادم ہیں۔

۳..... بعض منحرف اصحاب مذہب کی من گھڑت باتیں، جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا گیا جیسے شیعان علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ایسی باتیں

Scanned with CamScanner

منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں۔

۴..... عباسی خلفاء کی خوشامد کی خاطر حضرت عباس ؓ کی طرف منسوب کئے گئے اقوال جن کی نسبت درست نہیں۔

۵..... اسلام دشمن افراد کا حدیث اور صحابہ کرام کے خلاف سازشیں جس کی وجہ سے انہوں نے جھوٹی احادیث گھڑ لئے، لہٰذا اس پہلو کی وجہ سے صحابہ کرام وتابعین عظام کی طرف منسوب اقوال میں احتیاط، تحقیق اور پرہیز سے کام لینا مناسب ہے۔

علامہ زرقانیؒ نے مناہل العرفان میں لکھا ہے کہ تفسیر ماثور دو قسم پر ہے۔

(۱) جس کی صحت اور قبول پر کثرت سے دلائل ہو ایسی تفسیر کو رد کرنا زیبا نہیں۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے کہ جو ابھی مذکورہ گزشتہ اسباب یا ان کے علاوہ کسی سبب سے درست نہ ہو تو اس تفسیر کا رد کرنا لازم ہے۔

جیسے کہ ابن کثیر ایسی روایات کی خوب تحقیق وتفتیش کرتے ہیں اور باطل یا ضعیف کو ظاہر کرتے ہیں۔

مشہور مفسر صحابہ کرام ؓ:

علامہ سیوطیؒ الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ میں سے دس مفسرین صحابہ کرام ؓ مشہور ہوئے۔

خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خلفائے راشدین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ روایات منقول ہیں اور باقی خلفاء ثلاثہ سے نہایت کم اس کی وجہ ان حضرات کا پہلے دنیا سے تشریف لے جانا تھی۔

Scanned with CamScanner

علامہ صابونی فرماتے ہیں کہ ایک وجہ تو ان حضرات کی وہی ہے جس کی طرف علامہ سیوطیؒ نے متوجہ کیا ہے۔

اور دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ خلفاء ثلاثہ ایسے لوگوں میں رہ رہے تھے، کہ جن میں سے اکثر کتاب اللہ کے عالم تھے قرآن پاک کے اسرار سے واقف اور کتاب اللہ کے عالم تھے۔ جبکہ حضرت علیؓ خلفاء ثلاثہ کے بعد اتنا عرصہ بقید حیات رہے کہ جس میں اسلام چاروں طرف پھیلا اور نئی نسل قرآن پڑھنے اور اس کے اسرار اور حکمتوں کے سمجھنے کی محتاج تھی اسی وجہ سے حضرت علیؓ سے تفسیری روایات زیادہ مشہور ہوئیں۔

۱..... عبداللہ بن عباسؓ:

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا مانگی تھی۔

"اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ"

آپؓ ترجمان القرآن سے مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ"

ترجمہ: ابن عباسؓ کیا ہی اچھے ترجمان قرآن ہیں۔

صحابہ کرامؓ میں آپؓ زیادہ تفسیر جانتے تھے اکابر صحابہ کرامؓ نے آپ کی فضیلت کو مانا حضرت عمرؓ اپنے مجلس شوریٰ میں آپؓ کو بٹھاتے تھے۔ اور یہ بات آپؓ کی جلالت شان پر روشن دلیل ہے متعدد واقعات آپ کی قوت فہم کے رسوخ اور ارشادات قرآنیہ کے استنباط میں ان کی دقت نظر پر دلالت کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شیوخ:

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شیوخ جن سے آپ نے علوم حاصل کئے اور جن کا آپ کی راہ نمائی اور تعلیم وتربیت میں زیادہ اثر ہے حضرت عمر، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ پانچ حضرات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اہم شیوخ ہیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ نے اکثر استفادہ کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تلامذہ:

تابعین کی بڑی تعداد نے آپ رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا جن میں زیادہ مشہور یہی حضرات ہیں۔

سعید بن جبیر، مجاہد بن جبیر الخزرمی، طاؤس بن کیسان یمانی، عکرمہ مولی ابن عباس، عطاء ابن ابی رباح رحمہم اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے تفسیر میں شہرت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر اسلام لانے والے ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین مبارک پہنایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے دائیں بائیں اور ساتھ ساتھ چلا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت کے بدولت تعلیم وتربیت، ادب وآداب و اخلاق کی عظیم دولت نصیب ہوئی۔ اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کتاب اللہ کا سب سے بڑا عالم اور اس کے حلال وحرام، محکم ومتشابہ کا سب سے زیادہ جاننے والا شمار کرتے تھے۔

Scanned with CamScanner

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی تفسیر میں حضرت علیؓ سے زیادہ روایات آئی ہیں۔

شیخین نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ خود فرماتے ہیں قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے، کہ وہ کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی، اور کہاں نازل ہوئی اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا پتہ معلوم ہو جائے جو کتاب اللہ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہوں، تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا بشرطیکہ اس جگہ تک اونٹنیاں جا سکتی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تابعین نے بڑی تعداد میں روایات نقل کی ہیں۔

Scanned with CamScanner

ساتویں فصل

مفسرین تابعین کرام کے بارے میں:

مفسرین تابعین کی تعداد کافی زیادہ ہے اس لئے تابعین مفسرین تین طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں۔

۱۔ طبقہ اہل مکہ ۲۔ طبقہ اہل مدینہ ۳۔ طبقہ اہل عراق

۱..... پہلا طبقہ یعنی طبقہ اہل مکہ:

اس طبقے کے مفسرین کے ماخذ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس ؓ ہیں۔

علامہ سیوطی ؒ نے ابن تیمیہ ؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

"اَعْلَمُ النَّاسِ بِالتَّفْسِیْرِ اَھْلُ مَکَّۃَ لِاَنَّھُمْ اَصْحَابُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ ؓ"

اہل مکہ لوگوں میں سب سے زیادہ تفسیر کو جاننے والے ہیں کیونکہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے شاگردوں میں سے ہیں ان میں نمایاں حضرات حضرت مجاہد، عطاء، عکرمہ، طاؤس، سعید بن جبیر رحمہم اللہ شامل ہیں۔

(۱) مجاہد بن جبیر ؒ:

حضرت مجاہد ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا پورا نام مجاہد بن جبیر ہے۔ ابوالحجاج آپ کی کنیت ہے آپ مکی ہیں اور علم تفسیر کے مشہور عالم ہیں۔

علامہ ذہبی ؒ اپنی کتاب "سیر الاعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں

"شَیْخُ الْقُرَّاءِ وَ الْمُفَسِّرِیْنَ بِلَامِرَاءٍ اَخَذَ التَّفْسِیْرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ"

آپ بلا اختلاف قرّاء اور مفسرین کے امام ہیں، آپ نے تفسیر کا علم حضرت

ابن عباس ؓ سے حاصل کیا۔

امام مجاہد ؒ حضرت ابن عباس ؓ کے معتمد شاگرد ہیں اسی لئے امام بخاری ؒ ان کے تفسیر پر اعتماد کرتے ہیں۔

فضیل بن میمون مجاہد ؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد ؒ فرماتے ہیں۔

"عَرَضْتُ الْقُرْآنَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ ، أَقِفُ عِنْدَ كُلِّ آيَةٍ مِنْهُ أَسْأَلُهُ عَنْهَا : فِيمَا أُنْزِلَتْ ؟ وَ كَيْفَ أُنْزِلَتْ ؟"

میں نے حضرت ابن عباس ؓ کو تین مرتبہ قرآن مجید سنایا اور ہر آیت سنا کر میں ٹھہر جاتا، اور اس کے بارے میں یہ سوال کرتا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ کہاں نازل ہوئی؟

امام نووی ؒ فرماتے ہیں۔

"إِذَا جَاءَكَ التَّفْسِيرُ عَنْ مُجَاهِدٍ فَحَسْبُكَ بِهِ"

یعنی مجاہد ؒ کی تفسیر کے بعد کسی اور کی تفسیر کی ضرورت نہیں پڑتی۔

(۲) حضرت عطاء بن ابی رباح:

حضرت عطاء ۲۷ ہجری میں پیدا ہوئے آپ کا پورا نام ابو محمد عطاء بن ابی رباح المکی القریشی ہے۔ آپ نے مکہ میں تربیت پائی اور اہل مکہ کے مفتی اور محدث تھے یہ اجل فقہاء اور تابعین میں سے ہیں۔

حضرت امام صاحب ؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"مَا لَقِيتُ اَحَدًا اَفْضَلَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ"

میں عطاء بن ابی رباح سے افضل کسی آدمی سے نہیں ملا۔

آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۴ ہجری میں ہوئی آپ کی عمر ۸۷ سال تھی وہی پر آپ کو دفنایا گیا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ:

استاذ المحترم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے لکھا ہے کہ تابعین میں عطاء نام کے چار بزرگ تھے۔

عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، عطاء بن السائب اور عطاء الخراسانی رحمہم اللہ۔ پہلے دو بزرگ بالاتفاق ثقہ ہیں اور دوسرے دو کے بارے میں کچھ کلام ہے ۔لیکن کتابوں میں جب صرف ''عطاء'' نام ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد عطاء بن ابی رباح ہی ہوتے ہیں۔

(۳) حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضؓ:

حضرت عکرمہ رحؒ کی ولادت ۲۵ ہجری میں ہوئی اور وفات ۱۰۵ ہجری میں ہوئی۔

امام شافعی رحؒ فرماتے ہیں۔

"مَا بَقِیَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِکِتَابِ اللّٰہِ مِنْ عِکْرِمَۃَ"

کوئی شخص حضرت عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا نہ رہا۔

آپ حضرت ابن عباس رضؓ کے آزاد کردہ غلام بھی ہے اور قابل اعتماد شاگرد بھی۔

سیر اعلام النبلاء میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

عکرمہ بن عبداللہ بربری (غلام) مدنی تھے ان کی کنیت ابو عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ تفسیر اور مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے انہوں نے علم کی خاطر بہت سے شہروں کے سفر کئے ان سے تقریباً تین سو افراد نے روایت نقل کی ہے جن میں ستر سے زیادہ تابعین تھے۔

(۴) حضرت طاؤس بن کیسان یمانی رحؒ:

آپ کی ولادت ۳۳ ہجری اور وفات ۱۰۶ ہجری میں ہوئی آپ کا پورا نام

طاؤوس بن کیسان الیمانی ہے آپ نے بھی تفسیر القرآن میں زیادہ شہرت پائی۔آپ حافظہ، کمال علم اور ذہانت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔

زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھے آپ نے چالیس حج کئے اور مستجاب الدعاء تھے۔حضرت ابن عباس ؓ فرمایا کرتے تھے:

"اِنِّیْ لَاَظُنُّ طَاؤُوْسًا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ"

ترجمہ: مجھے یقین ہے کہ طاؤس اہل جنت میں سے ہوں گے۔

(۵) حضرت سعید بن جبیر ؒ:

آپ کی ولادت ۴۵ ہجری اور وفات ۹۴ ہجری میں ہوئی، آپ علم وتقویٰ میں اکابر تابعین میں سے تھے۔آپ نے علم تفسیر میں بہت شہرت پائی۔

حضرت سفیان ثوری ؒ فرماتے ہیں:

علم تفسیر چار شخصوں سے سیکھو حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ سے۔

قتادہ فرماتے ہیں:

"كَانَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَعْلَمُهُمْ بِالتَّفْسِيْرِ" (اعلام النبلاء ج: ۳ ص: ۳۲۲)

ترجمہ: سعید بن جبیر تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت ابن عباس ؓ کی بینائی چلی جانے کے بعد، اگر اہل کوفہ میں سے کوئی آکر ان سے پوچھتا، تو فرماتے: تم مجھ سے دریافت کرتے ہو، جبکہ تمہارے پاس ابن ام دھماء یعنی سعید بن جبیر موجود ہے۔

آپ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ دو راتوں میں نفلوں میں قرآن پاک ختم کر دیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ تو ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن پڑھ دیا۔

Scanned with CamScanner

آپ کو حجاج نے قتل کروایا جب جلاد آپ کو مارنے لگے تو آپ نے نماز پڑھنے کی اجازت مانگی، لیکن بیت اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی اور جب آپ کا سر مبارک تن سے جدا کرنے لگے آپ نے یہ آیت پڑھی۔

﴿فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾

آپ کو شہید کیا گیا جبکہ آپ کی زبان مبارک پر " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " کا ورد تھا۔

طبقہ اہل مدینہ:

اس طبقے میں بہت سے لوگ مشہور ہوئے ان میں سر فہرست محمد بن کعب القرظی، ابوالعالیہ الریاحی اور زید بن اسلم رحمہم اللہ ہیں۔

(۱) محمد بن کعب القرظی:

علامہ عسقلانی ان کے بارے میں اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں لکھتے ہیں کہ اس کا نام محمد بن کعب القرظی کنیت ابوحمزہ مدنی اور قبیلہ اوس کے حلیف تھے پہلے کوفہ میں رہے، پھر مدینہ منتقل ہوئے بہت سے صحابہ کرام ؓ سے آپ نے روایت کی، خاص طور پر حضرت علی ؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

"كَانَ ثِقَةً عَالِمًا كَثِيْرَ الْحَدِيْثِ ، وَرَعًا صَالِحًا"

ترجمہ: محمد بن کعب قرظی ثقہ عالم حدیث کو کثرت سے روایت کرنے والے متقی اور صالح تھے۔

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِتَأْوِيْلِ الْقُرْآنِ مِنْهُ"

Scanned with CamScanner

ترجمہ: میں نے اس سے زیادہ قرآن کی تفسیر جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

امام بخاریؒ نے قرظی نام رکھنے کی وجہ لکھی ہے کہ آپ کے والدان لوگوں میں سے تھے جس کو آپ ﷺ نے (قریظہ کے دن) بالغ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی وفات کا سبب مسجد کی چھت گرنے سے ہوا جس میں آپ اور آپ کے شاگرد وفات پا گئے ۱۱۷ ہجری میں۔

(۲) حضرت ابوالعالیہ الریاحیؒ:

آپ کا نام رفیع بن مہران کنیت ابوالعالیہ ہے آپ بنی ریاح کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ بصرہ کے ثقہ تابعین میں سے ہیں فقہ اور تفسیر میں خاص شہرت پائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیارت کی اور حضرت ابی بن کعبؓ کو قرآن سنایا اور حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث سنی۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"قَرَأْتُ الْقُرْآنَ بَعْدَ وَفَاةِ نَبِيِّكُمْ بِعَشَرَةِ سِنِيْنَ"

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کے وفات کے بعد دس سال میں قرآن پڑھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپ کو اپنے مسند درس پر بٹھلاتے تھے اور فرماتے تھے:

"هٰكَذَا الْعِلْمُ يَزِيْدُ الشَّرِيْفَ شَرَفًا، وَيُجْلِسُ الْمَمْلُوْكَ عَلَى الْأَسِرَةِ۔"

ترجمہ: علم اسی طرح شرف والوں کے شرف کو بڑھاتا ہے اور غلاموں کو تختوں پر جلوہ

Scanned with CamScanner

افروز کرتا ہے۔

۹۳ ہجری میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر ۸۰ سال کے قریب تھی۔

(۳) زید بن اسلمؒ:

یہ زید بن اسلم العدوی العمری ہے کنیت ابواسامہ ہے یہ اہل مدینہ کے مشہور فقیہ اور محدث ہے آپ حضرت عمر فاروقؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں آپ کا مسجد نبوی میں درس کا حلقہ لگتا تھا، آپ نے تفسیر میں ایک کتاب لکھی۔

مسجد نبوی میں آپ کا حلقہ درس میں حضرت علی بن حسینؓ بھی تشریف فرما ہوتے تھے تو اس پر کسی نے کہا کہ آپ نے اپنی قوم کی مجلسوں کو حضرت عمرؓ کے ایک غلام کی خاطر چھوڑ دیا۔ تو اس پر حضرت علی بن حسینؓ نے جواب دیا:

"اِنَّمَا یَجْلِسُ الرَّجُلُ اِلٰی مَنْ یَّنْفَعُهٗ فِیْ دِیْنِهٖ"

ترجمہ: بے شک آدمی اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے کہ جو اس کو دین کا فائدہ دے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۳۶ ہجری میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج: ۱ ص ۶۲)

طبقہ اہل عراق:

اس طبقہ میں بہت سے حضرات علم تفسیر میں مشہور ہوئے۔ ان میں نمایاں شخصیات حضرت حسن بصری، حضرت مسروق بن الاجدع، حضرت قتادہ بن دعامہ، حضرت عطاء بن مسلم الخراسانی اور حضرت مرّہ بن ہمذانی رحمہم اللہ ہیں۔

(۱) حضرت حسن بصریؒ:

آپ کا نام حضرت حسن بن یسار البصریؒ ہے۔ آپ اہل بصرہ کے امام اور

اپنے زمانے کے حبر الامۃ تھے۔آپ کی کنیت ابوسعید ہے آپ ایک بڑے فصیح و بلیغ بہادر اور زاہد انسان تھے۔آپ کی پیدائش مدینہ میں ہوئی آپ حضرت علی ؓ بن ابی طالب کے تربیت یافتہ تھے۔آپ نے ۱۲۰ صحابہ کرام ؓ کی زیارت کی۔

امام غزالی ؒ فرماتے ہیں:

"کَانَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ اَشْبَهُ النَّاسِ کَلَامًا بِکَلَامِ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَقْرَبُهُمْ هَدْیًا مِّنَ الصَّحَابَةِ وَ کَانَ فِیْ غَایَةِ الْفَصَاحَةِ تَتَصَبَّبُ الْحِکْمَةُ مِنْ فِیْهِ اَیْ فَمِهٖ"

ترجمہ: حضرت حسن بصری ؒ اپنے کلام میں انبیاء کے کلام کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے انسان تھے، اور صحابہ کرام ؓ کی سیرت سے سب سے زیادہ قریب، انتہائی فصیح و بلیغ تھے، کہ آپ کی زبان سے حکمت کی باتیں جھڑتیں تھیں۔

آپ کا انتقال ۱۱۰ ہجری بصرہ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲) حضرت مسروق بن الاجدع ؒ:

مسروق بن الاجدع ؒ ہمدانی کوفی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے ان بااعتماد شاگردوں میں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کو ہم تک پہنچایا۔تفسیر اور روایت میں بڑی شہرت پائی۔آپ بڑے عابد اور فقیہ تھے۔آپ کے والد یمن کے مشہور جنگجو تھے۔آپ کو عہدہ قضاء بھی سونپا گیا، لیکن آپ نے اس کی تنخواہ کبھی نہیں لی۔

حضرت عمر فاروق ؓ سے جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کے نام میں "الاجدع" (جو شیطان کا نام ہے) اس کو بدل دیا اس کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں مسروق بن عبدالرحمٰن ہوں۔

آپ نے خلفاء راشدین سے ملاقات کی اور جنگ قادسیہ میں آپ اپنے تین بھائیوں سمیت شریک ہوئے، وہ تینوں تو اسی جنگ میں شہید ہوئے جبکہ آپ

Scanned with CamScanner

شدید زخمی ہوئے۔

آپ کا وعظ و نصیحت کا طریقہ بہت نرالہ تھا۔

(۳) حضرت قتادہ بن دعامہؒ:

قتادہ یہ ابوالخطاب السدوسی البصری ہے۔آپ بصرہ میں ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے، اور ۱۱۷ ہجری میں انتقال ہوا۔آپ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سعید بن المسیبؒ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے روایت کی۔آپ قوی الحفظ اور بڑے ذہین تھے۔

آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے کہا:

"مَا قُلْتُ لِمُحَدِّثٍ قَطُّ اَعِدْ عَلَیَّ ، وَ مَا سَمِعْتُ اُذُنَایَ شَیْئًا اِلَّا وَعَاهُ قَلْبِیْ"

ترجمہ: میں نے کسی محدث کو یہ نہیں کہا کہ مجھے دوبارہ سنادو، میرے کانوں نے جو بھی سنا میرے دل نے ان کو محفوظ کرلیا۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت جابرؓ کا پورا صحیفہ پڑھ ڈالا اور انہوں نے سنتے ہی اسے یاد کیا۔

حضرت سعید نے ان سے کہا:

"مَا کُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ مِثْلَكَ"

آپ نابینا تھے لیکن زیادہ یادداشت، علم و ذکاوت میں بے مثال تھے۔امام احمد بن حنبلؒ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔آپ پر جرح بھی ہوئی کہ آپ ہر ایک سے روایت کرڈالتے ہیں۔آپ کا انتقال بصرہ میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(۴) حضرت عطاء الخراسانیؒ:

حافظ اصبہانی فرماتے ہیں: آپ کی ولادت ۵۰ ہجری اور وفات ۱۳۵

ہجری میں ہوئی۔ نام عطاء بن ابی مسلم الخراسانی ہے کنیت ابوعثمان ہے۔

آپ ثقہ، نہایت راست باز، عابد، زاہد اور خلوت پسند تھے۔ آپ ساری رات تہجد اور نفل میں گزارتے تھے آپ کو علم کی اشاعت کا جنون تھا حتی کہ اگر کوئی نہ ہوتا تو خود دوسروں کے پاس جا کر حدیث سناتے تا کہ کتمان علم کے زمرے میں نہ آئے۔ آپ نے فقہ اور تفسیر دونوں میں شہرت پائی۔

(۵) حضرت مرّہ الہمذانیؒ:

آپ نے بہت سارے صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا۔ آپ کی کنیت ابواسماعیل ہے، آپ "مرّہ الطیب" اور "مرّۃ الخیر" کی لقب سے معروف تھے، آپ بڑے عابد و زاہد تھے۔ عجلی فرماتے ہیں:

"کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ خَمْسُمِائَةِ رَکْعَةٍ، وَّ ھُوَ تَابِعِیٌّ ثِقَةٌ"

ترجمہ: آپ رات دن میں پانچ سو رکعات نوافل پڑھتے تھے آپ تابعی اور ثقہ تھے۔

آپ کی وفات ۷۶ ہجری میں ہوئی۔

یہ وہ تابعین کرام تھے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے علم کو اخذ کیا اور علی ہٰذا القیاس سلف کا علم خلفؒ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

ارشاد باری تعالیٰ کا مصداق

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (حجر: ۹)

اسی طرح یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین اور اس کی کتاب کے علوم اور معارف نسل در نسل منتقل ہوتے رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"یَحمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ ، یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ ، وَ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ ، وَ تَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ"

ترجمہ: اس علم کو اٹھائیں گے بعد میں آنے والے عادل لوگ اور دور کریں گے ان سے حد سے تجاوز کرنے والوں کی تبدیلیوں کو اور باطل لوگوں کے جھوٹ کو اور جاہلوں کی تاویل کو۔

(۲) : تفسیر بالدرایة (یعنی تفسیر بالرّائے)

تفسیر بالروایہ کے بعد اب ہم تفسیر بالدرایہ کا بیان شروع کرتے ہیں اس تفسیر کا نام علماء نے تفسیر بالرائے یا تفسیر بالمعقول رکھا ہے۔

اس میں تفسیر کرنے والا اپنے اجتہاد، لغت عرب، اور ان کے اسلوب اور علوم عربیہ پر اعتماد کرتا ہے۔ مثلاً نحو، صرف، علوم بلاغت اور اصول فقہ، اسباب نزول کی معرفت اور اس طرح کے دوسرے علوم جن کے جاننے کا مفسر محتاج ہوتا ہے۔

تفسیر بالرائے کا معنی:

رائے سے مراد وہ اجتہاد ہے جو اصول صحیحہ اور قواعد متوارثہ پر مبنی ہو۔ جو آدمی بھی قرآن کی تفسیر کرنا چاہے اس پر ان اصول وقواعد کو لینا واجب ہے اس لئے رائے سے مراد محض ہوائے نفس یا دل میں ہر گزرنے والے خیالات سے تفسیر کرنا مراد نہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ" (رواہ الترمذی)

جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ

جہنم میں بنالیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِهٖ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ" (رواہ ابو داؤد عن جندب)

جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر صحیح بات بھی کہی تو اس نے غلطی کی۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" کے مقدمہ میں حدیث ابن عباسؓ "مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" کی دو تفسیریں بیان کی ہیں۔

۱..... جس نے قرآن کے مشکل کے بارے میں وہ بات کہی جو صحابہ و تابعین کی مذہب میں بھی معروف نہ ہو تو ایسا شخص اللہ کی ناراضگی کے درپے ہونے والا ہے۔

۲..... جس نے قرآن کے بارے میں ایسی بات کہی کہ وہ جانتا ہے کہ حق دوسری بات ہے تو ایسا شخص جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۲)

اس بحث سے تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہوئی۔

(۱) تفسیر محمود (پسندیدہ تفسیر)

(۲) تفسیر مذموم (بُری تفسیر)

تفسیر محمود:

تفسیر محمود وہ تفسیر ہے جو غرض شارع کے موافق، ضلالت و جہالت سے دور، قواعد لغت عربیہ کے ساتھ ساتھ چلنے والی، اور قرآن کریم کی [illegible] کے فہم سے لغت عربیہ کے اسالیب پر اعتماد کرنے والی ہو۔

تفسیر مذموم:

تفسیر مذموم وہ تفسیر کہلاتی ہے جس میں کوئی شخص بغیر علم صرف خواہش نفس

Scanned with CamScanner

کی خاطر قرآن کی تفسیر کرے یا کلام اللہ کو اپنے فاسد مذہب یا گمراہ بدعت پر محمول کرے یا ان آیات میں دخل دے جس کی مراد صرف اللہ کے علم میں ہو، اور وہ ان آیات کے بارے میں پورے وثوق سے کہے کہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہے۔

اس قسم کی تفسیر کو تفسیر باطل بھی کہتے ہیں۔

تفسیر مذموم کی مثال:

﴿یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾(سورہ بنی اسرائیل:۷۱)

جس دن ہم پکاریں گے ہر فرقہ کو اس کے سردار کے ساتھ۔

اس آیت سے مراد بعض علم سے ناواقف لوگوں نے (ماؤں کے نام سے پکاریں گے) مراد لئے ہیں۔ گویا انہوں نے امام کو ام کی جمع سمجھا حالانکہ عربی لغت اس کا انکار کرتی ہے کیونکہ ام کی جمع امھات ہے امام نہیں۔﴿ وَ اُمَّهَاتُكُمُ اللّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ ﴾ میں جمع آیا ہے۔

تو یہ تفسیر مذموم ہوئی کیونکہ یہ لغت اور شرع دونوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ امام سے مراد نبی یا نامہ اعمال ہے جیسے آیت کا آخر اس پر دال ہے۔

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۷۱)

اور بعض لوگ ﴿وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا﴾(سورہ اسراء :۷۲) اس میں ہر اندھے پر بدبختی اور ناکامی دخول جہنم کا حکم لگاتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں اندھے پن سے مراد نگاہوں کا اندھا پن نہیں بلکہ دل کا اندھا ہونا مراد ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ﴾ (حج:٤٦)

Scanned with CamScanner

تو یہ شرع کے خلاف ہوا، کیونکہ آنکھوں کا اندھا پن تو انسان کی سعادت ہے جیسے حدیث قدسی میں "مَنِ ابْتَلَیْتُهٗ بِحَبِیْبَتَیْهِ (یَعْنِیْ عَیْنَیْهِ) فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ الْجَنَّةَ"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس سے میں دو محبوب چیزوں کی آزمائش لوں، (یعنی آنکھوں کا) پھر وہ صبر کرے تو اس کے بدلہ میں اس کو جنت دوں گا۔

اس طرح تفسیر مذموم کی اور بھی متعدد مثالیں ہیں۔

تفسیر کے بنیادی اصول یعنی ماخذ:

وہ امور کہ تفسیر میں ان کی طرف رائے منسوب کرنا لازمی ہے ان کی بنیادی اصول چار ہیں۔

اس کو علامہ زرکشی نے "البرہان" جبکہ علامہ سیوطی نے "الاتقان" میں لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱..... نبی کریم ﷺ سے منقول روایات بشرطیکہ ضعیف اور موضوع سے اجتناب ہو۔

۲..... قول صحابی کیونکہ یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

۳..... لغت کو لینا کیونکہ قرآن کریم کا نزول عربی زبان میں ہوا یعنی معنی لغوی سے استدلال کرنا۔

۴..... ایسی بات سے استدلال کرنا جو عربوں کے کلام موافق ہو اور شریعت بھی اس پر دلالت کرتی ہو۔

یہی وہ بات ہے کہ آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا ارشاد فرمائی تھی۔

"اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ"

وہ علوم جن کی مفسر کو احتیاج ہوتی ہے۔

قرآن پاک کے مفسر کو بہت سے علوم و معارف کی ضرورت ہوتی ہے اور

Scanned with CamScanner

اس میں مہارت تامہ بھی وگرنہ تو وہ اس وعید میں داخل ہوگا۔

"مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ"

علامہ سیوطی نے ان علوم کی تعداد پندرہ لکھی ہے؛ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱..... لغت عربیہ اور اس کے قواعد جاننا، جیسے علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق وغیرہ۔

۲..... علوم بلاغت جیسے علم معانی، علم بیان اور علم بدیع۔

۳..... اصول فقہ ۴..... اسباب نزول

۵..... ناسخ ومنسوخ ۶..... علم قرأت

۷..... علم وہبی

ماقبل میں مفسر کو جن علوم میں مہارت ہونا ضروری ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً لغت اور اس کے متعلقات جیسے صرف، نحو، علم اشتقاق کا جاننا ضروری ہے کیونکہ مفردات اور تراکیب کے پہچان کے بغیر قرآن مجید کو سمجھنا مشکل ہے کیا کوئی ''ایلاء'' اور ''تربص'' کے معنی جانے بغیر اس آیت کی تفسیر سمجھے گا۔

﴿لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (بقرہ: ۲۲۶)

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں:

"لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ اِذَا لَمْ یَکُنْ عَالِمًا بِلُغَاتِ الْعَرَبِ"

چنانچہ جب ایک لفظ اپنے لغوی معنی موافق نہ ہوگا تو یہ تفسیر باطل ہوگی جیسا کہ بعض روافض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس ارشاد:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ﴾ (رحمن: ۱۹)

کی تفسیر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ سے کرتے ہیں۔

اسی طرح ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ کا مطلب حسنؓ اور حسینؓ سے۔

اسی طرح ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (طٰہٰ: ۲٤)

اس میں فرعون سے مراد سخت دل انسان لیتے ہیں۔

اسی طرح مفسر کے لئے نحو کا جاننا بھی ضروری ہے۔

کیونکہ بسا اوقات فقط حرکات کے بدلنے سے لفظ کے معنی میں بہت بڑی تبدیلی آجاتی ہے جیسے ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر: ۲۸)

اس آیت میں لفظ اللہ کے ھآء پر زبر اور علماء کے ھمزہ پر پیش ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہیں نہ کہ دوسرے۔ اگر آیت میں لفظ اللہ پر پیش اور علماء پر نصب پڑھیں گے تو معنی بدل جائے گا۔

اسی طرح علم اشتقاق کے بغیر بھی تفسیری معنی غلط ہو جاتا ہے:

جیسے ﴿يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ﴾ امام کو ام کی جمع بعضوں نے کہا۔

اسی طرح علم معانی کی معرفت بھی ضروری ہے۔

کیونکہ قرآن کریم کا اعجاز اسی علم سے سمجھ میں آتا ہے جیسے ﴿وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾ میں مضاف مقدر ہے یعنی "حُبَّ الْعِجْلِ"۔

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ یہ استعارہ ہے مراد زینت اور حسن بخشنا ہے۔ یہ ایک عمدہ نظم اور بدیع کلام ہے۔

Scanned with CamScanner

اس لئے فرانسیسیوں نے قرآن مجید۔کے ترجمہ میں اس آیت کی گہرائی نہ سمجھ کر ترجمہ یہ کیا کہ وہ تمہارے پینٹ شرٹ ہیں اور تم ان کے پینٹ شرٹ ہو۔قرآن مجید میں استعارہ، کنایہ اور مجاز کی بہت سی مثالیں ہیں اور ان کے سمجھنے کے لئے علم بیان وبدیع کی معرفت لازمی ہے۔

اور اسی طرح بقیہ علوم جیسے اصول فقہ، اسباب نزول، ناسخ ومنسوخ اور علم قرأت مفسران میں سے ہر ایک کا محتاج ہوتا ہے۔

رہا علم وہبی تو اس سے مقصود علم لدنی ربانی ہے جیسے ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (کھف: ٦٥)

اور سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم۔

یہ وہ علم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کرے۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ (بقرہ: ٢٨٢)

یہ علم لدنی تقویٰ اور اخلاص کا ثمرہ ہے بدعتی اور متکبر کو یہ علم نصیب نہیں ہوتا۔

﴿سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾

ترجمہ: میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔

امام شافعیؒ نے کیا خوب فرمایا:

شَكَوْتُ اِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ فَاَرْشَدَنِيْ اِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

وَ اَخْبَرَنِيْ بِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ وَ نُوْرُ اللّٰهِ لَايُعْطٰى لِعَاصِيْ

ترجمہ: میں نے اپنے استاذ وکیعؒ سے حافظہ کی کمی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا گناہوں کے ترک کرنے کا کہا۔اور بتایا کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔اور اللہ کا نور گناہ گار کو نہیں دیا جاتا۔

Scanned with CamScanner

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

علم وہبی مشکل بات نہیں ہے بلکہ یہ تو تقویٰ اور پرہیز گاری سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ تمام علوم مفسر کے لئے بمنزلۂ آلات کے ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کے بغیر تفسیر کرے گا تو وہ مفسر بالرائے ہوگا جس کی ممانعت آئی ہے۔

شیخ محمد عبدہ مرحوم نے تفسیر کو دو مراتب پر تقسیم کیا ہے۔

(۱) مرتبہ علیا یعنی اعلیٰ درجہ (۲) مرتبہ دنیا یعنی ادنیٰ درجہ

(۱) تفسیر کا اعلیٰ درجہ:

تفسیر کے اعلیٰ درجہ کے لئے چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

۱..... مفرد الفاظ کے حقائق کا علم۔

۲..... اسالیب رفیعہ کی پہچان اور بلیغ کلام کی مسلسل مشق تا کہ الفاظ مفردہ کے محاسن اور باریکی معلوم ہو سکے۔

۳..... انسان کے احوال کا علم اور امتوں کے عروج وزوال کا علم۔

۴..... قرآنی تعلیمات جس نے انسانیت کو کس طرح رہنمائی کی اور زمانہ جاہلیت کی معرفت۔

۵..... آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی سیرت اور انکی دینی اور دنیاوی اعمال کا علم۔

(۲) تفسیر کا ادنیٰ درجہ:

تفسیر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وتقدس بیٹھ جائے اس طرح کہ نفس برائیوں سے گریز اور خیر کی طرف مائل ہونے والا بنے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

Scanned with CamScanner

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾(قمر: ۲۱)

تفسیر بالرائے کے متعلق علماء کے اقوال:

تفسیر بالرائے کے جواز وعدم جواز کے بارے میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: تفسیر بالرائے کے عدم جواز کا ہے کیونکہ تفسیر موقوف ہے سماع پر، یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

دوسرا مذہب: گزشتہ شرائط کے ساتھ تفسیر بالرائے کے جواز کا ہے یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

مانعین کے دلائل:

(۱) تفسیر بالرائے بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ لگانا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (بقرہ: ۱۶۹)

(۲) حدیث شریف میں بھی اس پر سخت وعید آئی ہے۔

"اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَلَيَّ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ ، فَمَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ، وَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: مجھ پر جھوٹ باندھنے سے بچو مگر جو تم جانتے ہو۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور جس نے اپنی رائے سے قرآن کے بارے میں کچھ کہا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۳) ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾

(نحل: ٤٤)

اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان اور تفسیر کو رسول ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ بیان کرنے کا حق کسی دوسرے کو نہیں۔

Scanned with CamScanner

ابوبکر صدیقؓ کا قول ہے:

" اَیُّ سَمَآءٍ تُظِلُّنِیُ ، اَیُّ اَرُضٍ تُقِلُّنِیُ اِذَا قُلْتُ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَأْئِیُ اَوُ قُلْتُ فِیْهِ بِمَا لَااَعْلَمُ ۔"

تفسیر بالرائے کو جائز کہنے والوں کے دلائل:

(۱) قرآن نے تدبر کی ترغیب دی ہے۔

﴿کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹)

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۴)

اور تدبر اور تذکر یہ نہیں ہوسکتا مگر اسرار قرآنی میں غوطہ زن ہونے کے بعد اور معانی کے فہم میں اجتہاد کرنے سے۔

(۲) لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ عوام ۲۔ علماء

عوام کو علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو احکام قرآنی کا استنباط کرتے ہیں۔

﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ۸۳)

(۳) اگر اجتہاد کے ساتھ تفسیر ناجائز ہوتی تو اجتہاد ہی سرے سے ناجائز ہوتا۔

(۴) صحابہ کرامؓ نے بے شک قرآن مجید نبی کریم ﷺ سے پڑھا لیکن اس کے باوجود ان کی تفسیر میں کئی طرح کے اقوال واختلاف ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ان کو بنیادی تفسیر پڑھائی تھی جبکہ مابقیہ صحابہ کرام نے اپنی خداداد فطری صلاحیتوں اور عقل سلیم سے کیا تھا۔

(۵) آپ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے یہ دعا ارشاد فرمائی:

Scanned with CamScanner

"اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْہُ التَّاوِیْلَ"

یہ دعا بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رائے اور اجتہاد سے قرآن کی تفسیر کرنا بھی جائز ہے۔

مانعین کے دلائل کے جوابات:

ماقبل میں مانعین کے اعتراض کے ترتیب وار جوابات۔

(۱) اجتہاد کے ساتھ تفسیر یہ اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے جھوٹ لگانا نہیں، بلکہ یہ اس علم کے ساتھ قول ہے جس کی شارع نے اجازت دی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الْمُجْتَھِدَ اِذَا اجْتَھَدَ فَاَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَ اِذَا اجْتَھَدَ فَاَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ"

(۲) "مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ"

اس حدیث کا علامہ سیوطیؒ نے پانچ توجیھات بیان کی ہے۔

۱..... ان علوم کے بغیر تفسیر کرنا جن کا مفسر کو احتیاج ہوتا ہے۔

۲..... ان متشابہ آیات کی تفسیر کرنا جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۳..... وہ تفسیر جو فاسد مذہب کی تائید اور تقویت کرے یعنی مذہب فاسد کو اصل بنائے اور تفسیر کو اس کا تابع۔

۴..... بغیر کسی دلیل کے یقینی طور پر حکم لگانا کہ یہی اللہ کی مراد ہے۔

۵..... اپنی خواہش اور پسند کی تفسیر کرنا۔

(۳) آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو کلیات اور اصولی بات کی تعلیم و تفسیر بیان کر کے آپ ﷺ جوار رحمت میں تشریف لے گئے اس لئے صحابہ کرامؓ نے جہاں آپ ﷺ کا قول ہے تو اس کو ہی کافی سمجھا اور جہاں آپ ﷺ کی بات نہیں ملی

Scanned with CamScanner

وہاں انہوں نے خود اجتہاد کیا کیونکہ اس آیت کے آخر میں ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ فرمایا گیا ہے یعنی تاکہ وہ غور کریں۔

(۴) صحابہ کرام ؓ کا تفسیر بالرائے سے باز رہنا تقویٰ کی وجہ سے تھا کہ کہیں وہ عین حق تک نہ پہنچ پائیں۔ البتہ جب ان کے نزدیک درستی کا پہلو راجح ہوتا تو وہ تفسیر بالرائے سے نہ رُکتے۔

﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَة ﴾ (نساء: ۱۷۶)

اس آیت کے متعلق ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اس میں کلالۃ (کہ جس کا نہ اصول ہو اور نہ فروع) کے بارے میں اپنے رائے سے کہتا ہوں بس اگر صحیح، وتو اللہ کی طرف سے اور اگر اس کے علاوہ ہے یعنی درست نہیں تو پھر وہ میرے طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔

"فَاِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ، وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَمِنِّىْ وَ مِنَ الشَّيْطَانِ"

جمہور کے دلائل سے مانعین کے اعتراضات وشبہات رفع ہوئے۔

علامہ صابونی نے اس کے بعد اجتہاد سے تفسیر کے متعلق امام غزالی اور امام راغب اصفہانی اور امام قرطبی کے اقوال نقل کیں ہیں۔

امام راغب لکھتے ہیں:

بعض محقق علماء نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں مذاہب افراط اور تفریط پر مبنی ہے چنانچہ جس نے فقط منقول پر انحصار کیا ہے، اس نے وہ بہت سا ضروری حصہ چھوڑ دیا کہ جس کی تفسیر میں حاجت ہے، اور جس نے کس ناکس کو قرآن مجید میں دخل اندازی کی اجازت دی، تو اس نے کتاب اللہ کو خلط ملط کرنے کا نشانہ بنایا گویا وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھا۔

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

(ص: ۲۹)

Scanned with CamScanner

اس طرح اس کے قریب بات علامہ قرطبیؒ نے الجامع لاحکام القرآن میں ارشاد فرمائی۔

(۳) تفسیر اشاری یا غرائب التفسیر:

ہم ذیل میں تفسیر اشاری کے معنی، شروط، علماء کے آراء اس کے مثبت و منفی پہلو پر بات کریں گے۔ان شاءاللہ

تفسیر اشاری کا معنی:

قرآن مجید کی تفسیر کو ایسے خفیہ اشارات کے ذریعہ اس کے ظاہر کے خلاف کرنا، جو عارفین باللہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔لہٰذا تفسیر اشاری یہ ہے کہ مفسر ایک دوسرا معنی سمجھے جو اس ظاہری معنی کے علاوہ ہو، جو اس آیت کریم میں موجود ہے اور یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اپنے برگزیدہ بندوں کو نصیب ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ (کہف: ٦٥)

یہ علم وہبی ہے کسبی نہیں یہ تقویٰ اور استقامت کا اثر ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

نوٹ:

البتہ ظاہری اور باطنی معنی میں تطبیق کا امکان ہو۔

Scanned with CamScanner

تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کے اقوال:

تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض اس کو کمال ایمان اور عرفان خداوندی شمار کرتے ہیں جبکہ بعض اس کو دین سے انحراف خیال کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک دقیق موضوع ہے جسے بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے تفسیر اشاری کو جائز قرار دینے والے حضرت امام بخاریؒ کی روایت جو انہوں نے سورۃ نصر کی تفسیر میں درج کی ہے اس سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مقام اور تفسیر میں ان کی خداداد صلاحیت جب انہوں نے حضرت عمرؓ کے استفسار پر سورۃ نصر کی تفسیر میں یہ کہا کہ یہ آپ ﷺ کی اجل کی علامت ہے۔

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴾

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کا، میں یہی مطلب جانتا ہوں جو تم کہتے ہو، یہ تفسیر اشاری میں سے ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے الہام فرما دیتے ہیں۔

علامہ نسفی اور تفتازانی کا قول:

ان حضرات کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ نصوص میں ظاہر معنی مراد لینا جو اصل اور اساس ہے اس کے ساتھ ساتھ کچھ اسرار اور رموز جو ظاہر کے خلاف نہ ہو جیسے ارباب سلوک خفیہ استنباط اور دقیق اشارات بیان کرتے ہیں یہ کمال ایمان میں سے ہے۔

لیکن اگر ظاہری معنی کو بالکلیہ ترک کر کے یہ کہا جائے کہ قرآن میں اصل تو باطن ہی ہے تو یہ الحاد باطنیہ کا مذہب جو دراصل شریعت کی نفی اور احکام کو باطل کرنا ہے یہ بے شک دین میں الحاد ہے۔

Scanned with CamScanner

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴾

(فصلت: ٤٠)

اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اتقان میں اس طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

اور یہی انصاف کی بات ہے جسے قرآن مجید میں حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾ (الانبیاء:۷۹)

تفسیر اشاری کے بارے میں وارد حدیث کا مطلب:

یہاں اس حدیث کی جس سے ملحدین باطنیہ اپنی خوہشات کے مطابق باطل دعویٰ میں حجت بنا سکتے ہیں۔

جیسے فریابی کے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حرف کی ایک حد اور ہر حد کا ایک مطلع ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث کے متعدد مطالب ذکر کی ہے۔

پہلا مطلب:

ظاہر سے مراد اس کے لفظ اور باطن سے مراد اس کے معنی ہیں۔

دوسرا مطلب:

ظاہر سے مراد اس کے وہ معانی ہیں جو ظاہر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن

Scanned with CamScanner

سے مراد وہ اسرار ہیں جن کی اطلاع عارفین کو ہوتی ہے۔

تیسرا مطلب:

وہ قصے کہ جو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کے بارے میں بیان کئے تو ظاہر سے مراد ان قوموں کی ہلاکت اور باطن سے مراد دوسروں کو نصیحت کرنا ہے۔ ''حد'' سے مراد حلال وحرام کے احکام ہیں۔ ''مطلع'' سے مراد وعدہ اور وعید ہے۔

تفسیر اشاری کے قبول کے شرائط:

۱..... قرآن مجید کے ظاہری معنی کے مخالف نہ ہو۔

۲..... یہ دعویٰ نہ ہو کہ یہی مراد ہے۔

۳..... ایسی تاویل نہ ہو کہ لفظ اس کے معنی کو متحمل نہ ہو۔

۴..... اس تفسیر کا کوئی شرعی یا عقلی معارض ومخالف نہ ہو۔

۵..... یہ تفسیر لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔

اگر ان شرائط کے بغیر تفسیر اشاری ہوگی تو اس وقت وہ ممنوع ہوگی۔

شیخ زرقانیؒ کی قیمتی بات:

الشیخ محمد عبدالعظیم نے اس مقام پر اپنی کتاب مناہل العرفان میں انتہائی اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ قلبی خیالات کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوئے ان کے دماغوں میں یہ بات آئی ہے کہ پورا کا پورا اسلام چند تخیلات اور اوہام ہیں، لہٰذا انہوں نے شریعت کے احکام کی قید نہیں لگائی، اور نہ ہی انہوں نے نصوص عربیہ اور کتاب وسنت رسول کو سمجھنے میں لغت عربیہ کے قواعد کا احترام کیا۔

علامہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس قسم کے لوگوں اور اس قسم کے تفسیروں کے جال میں پھنسنے سے بچانا ہے، کیونکہ ہمارے پاس قرآن وسنت

اور قوانین شریعت اور قوانین لغت کے مطابق شروحات موجود ہیں۔

﴿ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْر ﴾ (بقرہ: ٦١)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

کسی کو ایسی بات نہ بتاؤ جو اس کی سمجھ میں نہ آسکے کیونکہ وہ بات اس کے لئے فتنہ بن جائیگی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

لوگوں سے وہ بات کرو جو وہ جانتے ہوں کیا تم یہ چاہتے ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

فاسد تفسیر اشاری کے چند مثالیں:

(۱) ﴿ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ﴾ (طٰہٰ: ٢٤)

اس آیت میں فرعون سے مراد انسان کا دل لیا گیا ہے۔

(۲) ﴿ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ (قصص: ٣١)

اس سے مراد ہر وہ شئی کہ جس پر انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ سہارا لیتا ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ تفسیر اشاری کی شرع تائید کرتی ہے، لیکن اس میں بعض لوگ باطنیہ کے راستے پر چلتے ہیں اور لوگوں نے ان شرائط کی رعایت نہ کی جن کو علماء نے مقرر کی ہے۔

لہٰذا اگر تفسیر اشاری ماقبل کے شرائط کے مطابق ہو تو لیا جائے گا، اور اس کے مخالف ہو تو رد کیا جائے گا۔ اس لئے تفسیر اشاری ہر کس وناکس کا کام نہیں۔

شیخ ابن تیمیہؒ نے سچ فرمایا:

"نِصْفُ طَبِیْبٍ یُفْسِدُ الْاَبْدَانَ وَ نِصْفُ عَالِمٍ یُفْسِدُ الْاَدْیَانَ"

Scanned with CamScanner

یعنی نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملا خطرہ ایمان۔

ان عجیب وغریب اقوال کی چند مثالیں:

۱: ﴿ حٰمٓ عٓسٓقٓ ﴾ (الشوریٰ: ۱)

کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی ''حرب'' یعنی جنگ ہے۔

''میم'' بنو مروان کی ولایت ''عین'' عباسیوں کی ولایت ''سین'' سفیانین یعنی ابو سفیان کی اولاد کی ولایت ''قاف'' مہدی کا اسوہ ہے۔

۲: ﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (البقرہ: ۱۷۹)

اس آیت میں قصاص سے مراد قرآن کریم کے قصے ہیں یہ معنی لغت اور شرع دونوں اعتبار سے باطل ہے۔

۳: ﴿ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ﴾ (البقرہ: ۲۶۰)

اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ ابراہیمؑ کا ایک دوست تھا جس کا نام قلب تھا یعنی میرے دوست کو تسکین ہو جائے۔

٤: ﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾ (بقر ۲۸۲)

اس کا مصداق عشق ومحبت قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

باطنیہ فرقہ کی تفسیریں:

باطنیہ کے بہت سے فرقے ہیں۔

(۱) اسماعیلیہ (۲) قرامطہ (۳) سبعیہ (۴) حرمیہ

ا.....اسماعیلیہ:

یہ اسماعیل نام کے شخص کی طرف منسوب ہے۔ یہ امام جعفر صادق کی بڑی

Scanned with CamScanner

اولاد میں سے ہے اوران میں امامت کا اعتقاد رکھتے تھے۔

۲..... قرامطہ:

یہ واسط کے ایک گاؤں قرمطہ کی طرف منسوب ہے۔

۳..... سبعیہ:

یہ سات عدد کی طرف منسوب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ ان کے ہر سات میں سے ایک امام ہوگا جس کی اقتداء ہوگی۔

۴..... حرمیہ:

یہ حرمت کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ لوگ حرام کردہ اشیاء کو اور فواحش کو حلال اور مباح جانتے تھے۔

باطنیہ کے تفسیری نمونے:

۱: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ (انشقاق : ۱۹)

کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم انبیاء کے بعد ائمہ کے بارے میں غداری کرنے میں اپنے سے پہلوں کی راستوں پر چلو گے۔

۲: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ لَايَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا اَوْ بَدِّلْهُ ﴾

(سورہ یونس : ۱۵)

بدلہ کی تفسیر " بدل علیا " سے کرتے ہیں۔

۳: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴾ (سورہ النساء : ۱۳۷)

کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ آیت نعوذ باللہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان

Scanned with CamScanner

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی کہ پہلے وہ نبی پر ایمان لائے پھر اس وقت کافر ہو گئے جب ان پر ولایت علی پیش کی گئی، پھر حضرت علیؓ کی بیعت پر ایمان لائے، پھر نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیعت کا انکار کر کے کافر ہو گئے، پھر پوری امت سے بیعت لینے کی وجہ سے اپنے کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے۔

(الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعۃ)

مختصر یہ ہے کہ فرقہ باطنیہ ایک سخت وباء اور گمراہی میں ہے جس نے اپنے تاویلات فاسدہ سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت زیادہ مجروح کیا لیکن یہ لوگ زوال اور فناء کی طرف جانے والے ہیں۔

شیعوں کی تفسیروں کے چند نمونے:

شیعہ کے بھی کئی فرقے ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ کی محبت میں حد سے تجاوز کیا، بعض تو اس قدر شیعیت میں غرق ہوئے حتی کہ کافر ہو گئے ان سب میں سر فہرست وہ یہودی ابن سبا ہے جو اس فرقہ کا بانی ہے۔

ان میں سے بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ سے نزول وحی میں غلطی ہوئی، کہ حضرت علیؓ کے بجائے نبی کریم ﷺ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اس فرقے سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ خود حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ جنگیں لڑیں۔

ان میں سے بعض وہ ہے جو کفر کے گڑھے میں نہیں گرے، بلکہ وہ صرف فضیلت علیؓ کے قائل ہیں۔

اب ہم ذیل میں اثنا عشریہ اور شیعہ سبیہ کے چند تاویلات پیش کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

شیعہ اثنا عشریہ کی گمراہ کن تفسیریں:

۱: ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ ﴾ (الحج: ۲۹)

اس کی تفسیر وہ امام علیؓ سے ملاقات کے ساتھ کرتے ہیں۔

۲: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ○ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴾ (النازعات: ٦۔٧)

اس کی تفسیر حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ سے کرتے ہیں۔

۳: ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ﴾ (مائدہ: ۵۵)

اس آیت میں ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ کی تفسیر بارہ اماموں سے کرتے ہیں۔

٤: ﴿ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ﴾ (نحل: ۵۱)

اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ دو امام نہ پکڑو۔ بے شک وہی حضرت علیؓ ایک ہی امام ہے۔

٥: ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ﴾ (زمر: ٦٩)

اس کی تفسیر کرتے ہیں زمین حضرت علیؓ کی نور سے چمک اٹھی۔

٦: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ﴾ (ابراھیم: ۱۸)

اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں جو لوگ حضرت علیؓ کے ولایت کا اقرار نہیں کرتے ان کے اعمال باطل ہو گئے۔

۷: ﴿ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا ﴾ (النباء: ٤٠)

اس کا مطلب بیان کرتے ہیں کاش میں ابوتراب جو حضرت علیؓ کی کنیت ہے، مطلب یہ کہ شیعہ میں سے ہوتا۔

Scanned with CamScanner

سبیہ کی تفسیر کے چند نمونے:

سبیہ شیعوں میں سے ایک فرقہ ہے جن کا گمان یہ ہے کہ حضرت علیؓ بادلوں میں ہے اور بجلی کی کڑک کی تفسیر حضرت علیؓ کی آواز سے کی ہے ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ دوبارہ دنیاوی زندگی کی طرف لوٹ آویں گے۔

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴾

(احزاب : ۷۲)

اس آیت کی تفسیر نعوذ باللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کرتے ہیں۔

اسی طرح ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ﴾ (الحشر : ۱۶)

اس آیت کی تفسیر نعوذ باللہ حضرت عمرؓ سے کرتے ہیں۔

(کتاب الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ ص: ۶۵ ، والفرق بین الفرق للبغدادی)

شیعوں کی تفاسیر میں سے ایک کتاب جس کا نام ''مرأۃ الانوار ومشکاۃ الاسرار'' ہے جس کے مؤلف ''کازلانی'' ہے اس میں بھی اس طرح کے باطل تاویلات ہے جو باطنیہ سے ملتی جلتی ہے۔

تینوں قسم کی تفاسیر کی مشہور کتابیں (بالروایۃ، بالدرایۃ، بالاشارۃ)

(۱) تفسیر بالماثور کی مشہور کتابیں۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام	تاریخ وفات	تفسیر کی شہرت
۱	جامع البیان فی تفسیر القرآن	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ	تفسیر الطبری
۲	بحر العلوم	نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۳ھ	تفسیر السمرقندی
۳	الکشف والبیان	احمد بن ابراھیم الثعلبی النیسابوری	۴۲۷ھ	تفسیر الثعلبی
۴	معالم التنزیل	الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۰ھ	تفسیر البغوی
۵	المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز	عبدالحق بن غالب الاندلسی	۵۴۶ھ	تفسیر ابن عطیہ
۶	تفسیر القرآن العظیم	اسماعیل بن عمر الدمشقی	۷۷۴ھ	تفسیر ابن کثیر
۷	جواھر الحسان فی تفسیر القرآن	عبدالرحمٰن بن محمد الثعالبی	۸۷۶ھ	تفسیر الجواھر
۸	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	تفسیر السیوطی

(۲) تفسیر بالرائے کی مشہور کتابیں۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام	تاریخ وفات	تفسیر کی شہرت
۱	مفاتیح الغیب	محمد بن عمر بن الحسین الرازی	۶۰۶ھ	تفسیر الرازی

Scanned with CamScanner

۲	انوار التنزیل واسرار التاویل	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۸۵ھ	تفسیر البیضاوی
۳	لباب التاویل فی معانی التنزیل	عبداللہ بن محمد المعروف بالخازن	۷۴۱ھ	تفسیر الخازن
۴	مدارک التنزیل وحقائق التاویل	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۰۱ھ	تفسیر النسفی
۵	غرائب القرآن و رغائب الفرقان	نظام الدین الحسن محمد النیسابوری	۷۲۸ھ	تفسیر النیسابوری
۶	ارشاد العقل السلیم	محمد بن محمد بن مصطفیٰ الطحاوی	۹۵۲ھ	تفسیر ابی السعود
۷	البحر المحیط	محمد بن یوسف بن حیان الاندلسی	۷۴۵ھ	تفسیر ابن حیان
۸	روح المعانی	شہاب الدین محمد الألوسی البغدادی	۱۲۷۰ھ	تفسیر الألوسی
۹	السراج المنیر	محمد الشربینی الخطیب	۹۷۷ھ	تفسیر الخطیب
۱۰	تفسیر الجلالین	۱۔جلال الدین المحلی ۲۔جلال الدین السیوطی	۸۶۴ھ ۹۱۱ھ	تفسیر الجلالین

(۳) تفسیر اشاری کی مشہور کتابیں۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام	تفسیر کی شہرت
۱	تفسیر القرآن الکریم	سہل بن عبداللہ التستری	تفسیر التستری
۲	حقائق التفسیر	ابوعبدالرحمٰن السلمی	تفسیر السلمی
۳	الکشف والبیان	احمد بن ابراہیم النیسابوری	تفسیر النیسابوری

Scanned with CamScanner

۴	تفسیر ابن عربی	محی الدین بن عربی	تفسیر ابن عربی
۵	روح المعانی	شہاب الدین محمد الألوسی	تفسیر الألوسی

احکام کے متعلق مشہور تفاسیر:

نمبر شمار	کتاب کا نام اور مذہب	مؤلف کا نام	تاریخ وفات	تفسیر کی شہرت
۱	احکام القرآن (حنفی)	احمد بن علی الرازی الجصاص	۳۷۰ھ	تفسیر الجصاص
۲	احکام القرآن (شافعی)	علی بن محمد البطری لکیا الھراسی	۵۰۴ھ	تفسیر لکیا الھراسی
۳	الاکلیل فی استنباط التنزیل (شافعی)	جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	تفسیر السیوطی
۴	احکام القرآن (مالکی)	محمد بن عبداللہ الاندلسی	۵۴۳ھ	تفسیر ابن العربی
۵	الجامع لاحکام القرآن (مالکی)	فرح القرطبی	۶۷۱ھ	تفسیر القرطبی
۶	کنز العرفان (شیعی)	مقداد بن عبداللہ السیوری	التاسع الہجری	تفسیر السیوری
۷	الثمرات الیانعہ (زیدی)	یوسف بن احمد الثلاثی	۸۳۲ھ	تفسیر الزیدی

Scanned with CamScanner

شیعہ اور معتزلہ کی مشہور تفاسیر:

نمبر شمار	کتاب کا نام اور مذہب	مؤلف کا نام	تاریخ وفات	تفسیر کی شہرت
۱	تنزیہ القرآن عن المطاعن (معتزلی)	عبدالجبار بن احمد الہمذانی	۴۱۵ھ	تفسیر الہمذانی
۲	امالی الشریف المرتضیٰ (معتزلی)	علی بن احمد الحسین	۴۳۶ھ	تفسیر المرتضیٰ
۳	الکشاف (معتزلی)	محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸ھ	تفسیر الزمخشری
۴	مرأۃ الانوار ومشکاۃ الاسرار (شیعی)	عبداللطیف الکازرانی	غیر معروف	تفسیر المشکاۃ
۵	تفسیر العسکری (شیعی)	الحسن بن علی الہادی	۲۶۰ھ	تفسیر العسکری
۶	مجمع البیان (شیعی)	الفضل بن الحسن الطبرسی	۵۳۸ھ	تفسیر الطبرسی
۷	الصافی فی تفسیر القرآن (شیعی)	محمد بن الشاۃ مرتضیٰ الکاشی	۱۰۹۰ھ	تفسیر الکاشی
۸	تفسیر القرآن (شیعی)	عبداللہ بن محمد العلوی	۱۲۴۲ھ	تفسیر العلوی
۹	بیان السعادۃ (شیعی)	سلطان محمد بن حیدر الخراسانی	۱۳۱۵ھ	تفسیر الخراسانی

نوٹ:

شیعہ اور معتزلہ کی ان تفاسیر کو لکھنے کا مقصد ان سے بچنا مقصود ہے تعریف و مدح مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ باطل فرقوں کی تفاسیر ہیں۔

عصر حاضر کی چند مشہور تفاسیر:

نمبر شمار	کتاب کا نام	مؤلف کا نام	تفسیر کی شہرت
۱	تفسیر القرآن الکریم	محمد رشید رضا	تفسیر المنار

Scanned with CamScanner

۲	تفسیر المراغی	احمد مصطفیٰ المراغی	تفسیر المراغی
۳	محسن التأویل	جمال الدین القاسمی	تفسیر القاسمی
۴	فی ظلال القرآن	الشہید سید قطب	تفسیر الظلال
۵	التفسیر الواضح	محمد محمود الحجازی	التفسیر الواضح
۶	تفسیر الجواہر	طنطاوی جوہری	تفسیر الجوہری
۷	تیسیر التفسیر	الشیخ عبدالجلیل عیسیٰ	تفسیر عیسیٰ
۸	المصحف المفسر	محمد فرید وجدی	تفسیر وجدی
۹	الھدیۃ والعرفان	ابوزید الدمنہوری	تفسیر الدمنہوری
۱۰	صفوۃ البیان	حسنین مخلوف	تفسیر مخلوف
۱۱	فتح البیان	صدیق حسن خان	تفسیر حسن خان

نوٹ:

ان تفاسیر کے علاوہ اور بھی بہت سارے تفاسیر ہیں لیکن طوالت کی خوف سے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

Scanned with CamScanner

آٹھویں فصل

اعجاز القرآن کے بارے میں:

انسانی تاریخ میں یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ کسی امت نے کسی آسمانی کتاب کی طرف ایسی توجہ دی ہو جیسے امت محمدیہ ﷺ نے دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو عام آسمانی کتابوں کا سردار بنایا۔

کسی نے کیا خوب کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرْ اِنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ وَ كِتَابَهٗ اَقْوٰى وَ اَقْوَمُ قِيْلًا

لَا تَذْكُرُوا الْكُتُبَ السَّوَالِفَ عِنْدَهٗ طَلَعَ الصَّبَاحُ فَاَطْفِئِ الْقَنَادِيْلَا

اللہ تعالیٰ ہر نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت کو ایسے دلیل سے ثابت کرتے ہیں جس کے پیش کرنے سے لوگ عاجز ہو اس دلیل کو معجزہ اور ان دلائل کو معجزات کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہمیشہ سے یہ رہی کہ ہر نبی اور رسول کو اس زمانے کے تقاضے کے مطابق معجزات سے نوازا۔

گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات حسی تھے۔ جیسے موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضاء کے معجزے سے نوازا کیونکہ موسیٰؑ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی کہ جس میں جادو کی کثرت تھی۔

جبکہ عیسیٰؑ کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا اور اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینا اور بعض غیب کی باتوں کو بتا دینا۔ کیونکہ آپؑ کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جس میں علم حکمت اور طب کی کثرت تھی۔

Scanned with CamScanner

حضرت عیسیٰ ؑ ایسے معجزات لیکر آئے کہ جنہوں نے ان کو دہشت زدہ اور عاجز کر دیا۔

لیکن آپ ﷺ کو عقلی اور روحانی معجزہ دیا گیا جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے، تا کہ اہل عقل و دانش اس کے روشنی سے روشنی لیتے رہیں۔

امیر الشعراء لکھتے ہیں:

اَخُوْكَ عِيْسٰى ؑ دَعَا مَيِّتًا فَقَامَ لَهٗ وَ اَنْتَ اَحْيَيْتَ اَجْيَالًا مِّنَ الْعَدَمِ

آپ کے بھائی عیسیٰ ؑ نے مردہ کے لئے دعا کی اور وہ اللہ کے حکم سے زندہ کھڑا ہو گیا جبکہ آپ ﷺ نے قوموں کو عدم سے وجود بخشا اور نئی حیات بخشی۔

آپ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

" مَا مِنْ نَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ ، وَ اِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ ، فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا "

(رواه البخاری)

ترجمہ: ہر نبی کو ایسی نشانیاں اور معجزات دی گئیں، جن کو دیکھ کر اس کے بقدر لوگ اس پر ایمان لائے۔ بے شک جو کچھ مجھے دیا گیا وہ وحی (جو قرآن کی شکل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا اور وحی کیا) پس میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے ماننے والے سب سے زیادہ ہونگے۔

علامہ زرقانی کی رائے:

علامہ زرقانی ؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے معجزات تو محدود تعداد میں اور تھوڑے عرصے کے لئے تھے وہ معجزات ان انبیاء کے ادوار گزرنے سے رخصت ہو گئے، جبکہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کے ہزارہا معجزات ہیں اور وہ دائمی

معجزات ہیں، جو مرور زمانہ سے ختم نہیں ہو سکتے آپ ﷺ کی دنیا سے رحلت سے فنا نہیں ہو سکتے جو ہر جھٹلانے والے سے جھگڑا کر رہا ہے ہر منکر کو چیلنج دے رہا ہے اور ساری کی ساری دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی ہدایت اور بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی سعادت کی طرف دعوت دے رہا ہے اور پہلے آسمانی کتابوں کے مضامین کا محافظ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ (مائدہ : ٤٨)(مناھل العرفان جلد : ٢ ص : ٢٣٢)

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا معجزہ حسی معجزہ نہ تھا چنانچہ یہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کی طرح لاٹھی نہیں تھی کہ سانپ بن جاتی یا یہ آگ نہیں تھی، کہ جو ٹھنڈی ہو جاتی، یہ کوئی اونٹنی نہیں کہ جو کسی سخت چٹان سے نکلی تھی، یا کوئی مریض جس سے شفا مل گئی یا کوئی اندھا کہ جس کی بینائی لوٹ آئی ہو۔

جیسا عیسیٰؑ نے کیا نہیں ایسا نہیں بلکہ بے شک یہ ایک لازوال عقلی معجزہ ہے کیونکہ یہ تمام رسالتوں اور شریعتوں کو ختم کرنے والا ہے اور رہتی دنیا تک ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے جب تک انسانیت باقی ہے یہ باقی رہے گا۔

شیخ محمد البنا فرماتے ہیں:

تحقیق کہ قرآن ساری کی ساری انسانیت کے لئے معجزہ تھا اس لئے یہ دیگر معجزات کی طریقے سے ہٹ کر ایک اور طریقے سے معجزہ بن کر آیا قرآن دنیا میں بشری قوتوں کی تکمیل اور فکر انسانی کے ارتقاء کے بعد آیا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے رسالت انسانیت کو اس کے سن شعور کو پا لینے اور مجموعی طور پر عقلی نشو ونما کی تکمیل کے بعد پایا، پس آپ ﷺ کا معجزہ بھی ایسا ہونا چاہئے تھا کہ جو عقل سے پہچانا جائے جس

Scanned with CamScanner

کی بلندی کو ہر صدی میں انسان پالیتا ہے، یہ ایک معجزہ ہے جس کے ذریعے پورے انسانیت کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ (الکتاب والسنۃ ص:۲۲)

اعجاز قرآن کا مطلب:

عربی زبان میں اعجاز دوسرے کی طرف عجز کی نسبت کو کہتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْئَةَ اَخِيْ ﴾

(مائدہ: ۳۱)

معجزہ کا نام معجزہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ انسان اسکے مثل لانے سے قاصر ہوتا ہے، کیونکہ معجزہ ایک خرق عادت اسباب معروفہ کی حدود سے خارج ایک امر ہوتا ہے۔ اعجاز القرآن کا مطلب ساری انسانیت کے فرد فرد، گروہ کے گروہ کو اس کے مثل لانے سے عاجز ثابت کرنا ہے، کیونکہ ہر معجزہ پیغمبر کی رسالت اور صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

اعجاز کب ثابت ہوتا ہے؟

جب تین باتیں جمع ہو جائیں تو اعجاز ثابت ہو جاتا ہے۔

۱..... چیلنج یعنی مقابلہ اور معارضہ طلب کرنا۔

۲..... اس چیلنج کو توڑنے کا محرک اور سبب کا موجود ہونا۔

۳..... اس چیلنج کے توڑنے میں کسی بات مانع نہ ہونا۔

ہم مذکورہ بالا تینوں باتوں کی مختصر تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا وہ معجزہ ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو اور خاص طور پر عربوں کو چیلنج کیا اور اس قرآن کو وہ نبی لیکر آیا جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، اور اس نے کسی مدرسے میں نہیں پڑھا، لیکن آپ ﷺ نے اس کتاب کے

Scanned with CamScanner

ذریعے فصاحت کے امام اور بلاغت کے شہسواروں کو چیلنج کیا اور یہ چیلنج دو طرح کا تھا۔

(۱) عام چیلنج (۲) خاص چیلنج

۱..... عام چیلنج:

پوری انسانیت کے فلاسفہ، عبقری شخصیات، علماء، حکماء اور جن وانس کو چیلنج کیا گیا۔

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (بنی اسرائیل :۸۸)

۲..... خاص چیلنج:

یہ خاص عربوں کے لئے خصوصاً قریش کے لئے۔

پھر یہ چیلنج دو قسم کا تھا۔

(۱) کل کا چیلنج (۲) جزء کا چیلنج

﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ (طور : ۳٤)

اس میں کل کا چیلنج دیا گیا۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (قصص : ٤۹)

دوسرا جزئی چیلنج دیا گیا۔

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾
(هود:١٤ ـ ١٣)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴾ (بقرہ: ۲۳)

اس چیلنج کا وہ مقابلہ نہ کر سکے باوجود اپنے خواہش کے۔

دوسری بات: وہ عربوں کے ہاں مقابلہ اور معارضہ کے مقتضیٰ کا موجود ہونا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس ایک نیا دین لیکر آئے اور ان کی بت پرستی کو رد کیا اور ان کو اپنی اتباع کی دعوت دی۔

اور فرمایا: میری سچائی کی دلیل یہ کتاب ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے۔ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے ہو تو میں تمہیں اس بات کا چیلنج دیتا ہوں کہ اس جیسی کتاب یا اس کی جیسی ایک سورت بنالاؤ۔

آپ ﷺ کے اس دعویٰ کو رد کرنے کے لئے سب سے آسان راستہ یہ تھا کہ اس قرآن کا مقابل پیش کرتے، باوجود قادر اللسان ہونے کے، لیکن وہ جنگ و جدل، قتل وقتال پر تو اتر آئے، لیکن قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے۔

تیسری بات: معارضہ قرآن سے مانع اشیاء کا نہ ہونا ہے اس لئے کہ قرآن عربی زبان میں اترا جو ان کی زبان تھی، ان کے اشعار اور مجلسیں اس بات کی شاہد تھی کہ وہ اس میدان میں سبقت پانے والے ہیں، لیکن قرآن مجید نے ان کو للکارا اور بار بار چیلنج دیتا گیا اور تئیس سال کا طویل عرصہ ان کے پاس رہا، لیکن وہ اس کا مثل نہ لا سکے۔

علامہ زرقانیؒ نے اپنی کتاب ''مناہل العرفان'' میں بہت ہی عمدہ بات کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے جو عادت سے خارج اور اسباب

Scanned with CamScanner

معروفہ کیخلاف ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو دعویٰ نبوت کرنے والا شخص کے ہاتھ پر دعویٰ نبوت کے وقت پردہ غیب سے ظاہر فرماتے ہیں۔

جو اس نبی کی نبوت کی صداقت کی دلیل اور گواہ ہوتی ہے اس لئے قرآن مجید آپ ﷺ کا دائمی معجزہ ہے، اور یہ وہ معجزہ تھا کہ عرب اس کے اسالیب اور اس کی باریکیوں سے باخبر تھے، جیسے موسیٰؑ کے معجزہ سے وہ جادوگر باخبر تھے، اس لئے تو عجز کے وقت سب سے پہلے یہی لوگ ایمان لائے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

﴿ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَایَاْفِكُوْنَ ○ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (اعراف: ۱۱۷ ـ ۱۱۸)

﴿ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ﴾ (اعراف: ۱۲۰ ـ ۱۲۱ ـ ۱۲۲)

کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، کہ یہ معجزہ جادو کی وہ قسم نہیں ہے جو وہ جانتے ہیں۔

یہی ضابطہ ہر پیغمبر کے معجزے کا ہوتا ہے، کہ لوگ اس کے مقابل اور مثل لانے سے عاجز آجاتے ہیں۔ آپ ﷺ کے اسی معجزہ کے سامنے وہ سب لوگ عاجز آگئے اور قیامت تک اس کا اعجاز باقی رہے گا۔ (مناہل العرفان ج:۱ص:۶۸)

معجزہ الٰہیہ کے شرائط:

(۱) معجزہ وہ کام ہو جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی قادر ہو۔

(۲) خلاف عادت اور سنن کونیہ کے خلاف ہو اس لئے یہ کہنا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے کیونکہ یہ امور مدعی

نبوت کے لئے صادر نہیں ہوئے۔

(۳) مدعی نبوت اس کو اپنی نبوت کی دلیل بنائے، یعنی جب اس سے مطالبہ کیا جائے تو وہ دوبارہ اس کو پیش کر سکے۔

(۴) معجزہ چیلنج کرنے والے نبی کے دعویٰ کے مطابق ہو، نہ کہ اس کے مخالف جیسے کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوا۔

(۵) کوئی بھی شخص مقابلہ کے طور پر اس معجزہ کے مثل نہ لا سکے۔

اگر یہ پانچ شرطیں پائی جائیں تو یہ معجزہ ہوگا جو اس مدعی نبوت کے دعویٰ کی دلیل ہوگا، جس کے ہاتھ پر یہ معجزہ ظاہر ہوا ہے اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں، تو وہ امر معجزہ ہونے سے نکل جائے گا، اور وہ مدعی نبوت کی صداقت پر دلیل نہ ہوگا۔

اہل صرفہ کا مذہب:

بعض معتزلہ جن میں ابو اسحاق النظام معتزلی بھی ہے اس طرف گئے ہیں کہ قرآن کا اعجاز صرف اور صرف ''صرفہ'' کی وجہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کی قرآن کے معارضہ کی قدرت کے باوجود انہیں قرآن مجید کے معارضہ کرنے سے باز رکھا۔

علامہ مصطفیٰ الرافعیؒ فرماتے ہیں:

جس طرح معتزلہ کی رائے ہے اسی کے قریب مرتضیٰ شیعہ کا بھی ہے کیونکہ وہ ''صرفہ'' کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ علوم سلب کر لئے کہ جن کی طرف وہ معارضہ قرآن میں محتاج تھے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''صرفہ'' کا یہ قول اعجاز کے بارے میں عربوں کے اس قول سے مختلف نہیں ہے۔

﴿ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ يُّؤۡثَرُ ﴾ (المدثر : ٢٤)

Scanned with CamScanner

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

﴿ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ (طور: ۱۵)

(اعجاز القرآن ص: ١٦٤ علامہ رافعی)

اہل صرفہ کے قول کے اعتراض کا جواب:

اہل صرفہ کے قول کی تردید کے لئے یہ دو باتیں کافی ہیں۔

(۱) اہل صرفہ کا یہ قول کہ اللہ نے کافروں کو قرآن کے معارضہ سے پھیر دیا یہ تو اعجاز صرفہ کا ہوتا، قرآن کا نہیں، لہٰذا یہ قول بالاجماع باطل ہے کیونکہ قرآن کے معجز ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اگر صرفہ کا قول صحیح ہوتا تو یہ تعجیز ہوتا نہ کہ اعجاز۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کسی شخص کی زبان ہم کاٹ دیں پھر اس کو بولنے کا مکلّف بنائیں۔

کسی شاعر نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

اَلْقَاهُ فِی الْیَمِّ مَکْتُوْفًا وَ قَالَ لَهٗ اِیَّاكَ اِیَّاكَ اَنْ تَبْتَلَّ بِالْمَاءِ

ہاتھ باندھ کر اس کو سمندر میں ڈال دیا اور کہتا ہے بچاؤ بچاؤ! اپنے آپ کو پانی میں تر ہونے سے۔

علامہ صابونی فرماتے ہیں:

یہی رائے ابن حزم ظاہری کی بھی ہے البتہ اس نے انداز بیان مقصود وہی معتزلہ والا قول ہے۔

کسی نے سچ کہا:

Scanned with CamScanner

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ

وَ يُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

ترجمہ: آنکھ کبھی آشوب چشمی کی وجہ سے سورج کی روشنی کو پسند نہیں کرتی اور کبھی بیماری کی وجہ سے منہ کو پانی کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا۔

اعجاز قرآن کے بارے میں علمائے کرام کی آراء:

قرآن مجید کا بذات خود معجز ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے البتہ وجہ اعجاز میں ان کی آراء مختلف ہیں۔

۱..... بعض کی رائے یہ ہے کہ وجہ اعجاز انوکھا طرز تکلم جو اپنے مطالع، مقاطع فواصل میں عربوں کے نظم ونثر کے مخالف ہے۔

۲..... الفاظوں کی بناوٹ ان کی عمدگی۔

۳..... الفاظوں کا تناقض سے خالی ہونا، معانی دقیقہ اور غیبی خبروں پر مشتمل ہونا۔

۴..... ظاہری خوبیاں یعنی ہر ہر سورت کے فواتح، مقاصد، خواتیم وغیرہ۔

یہ گذشتہ اقوال ایک دائرہ سے باہر نہیں جو کہ دائر بیانیہ ہے اس کے علاوہ بھی وجوہ اعجاز ہیں جن کو علامہ قرطبیؒ نے ''الجامع لاحکام القرآن'' اور علامہ زرقانیؒ نے ''مناہل العرفان'' میں ذکر کیں ہیں۔ ہم ذیل میں ان وجوہ قرآن کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی وجوہ اعجاز:

۱..... وہ نظم بدیع جو عربی زبان کے معروف نظم کے خلاف ہے۔

۲..... انوکھا طرز بیان اور اسلوب جو عربوں کے تمام اسلوب کے مخالف ہے۔

۳..... ایسی فصاحت کہ مخلوق کو اس کی مثل لانا ممکن نہیں۔

Scanned with CamScanner

۴..... ایسی کامل اور باریک تشریع کہ جو انسان کی وضع کردہ ہر تشریع پر غالب آتی ہے۔

۵..... ایسی غیب کی خبریں دین کی کہ جن کو وحی کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے۔

۶.....عالم کون کے حتمی فیصل شدہ علوم سے عدم تعارض

قرآن کریم نے جو وعدہ اور وعید بھی کیا اس کو پورا کرنا۔

۸..... ایسے علوم و معارف کہ جو علوم شرعیہ اور علوم کونیہ (یعنی کائناتی علوم) کو مشتمل ہو۔

۹..... قرآن کا انسانی ضروریات دنیویہ اور اخرویہ کو پورا کرنا۔

۱۰..... قرآن کا تابعداروں اور دشمنوں دونوں کے دلوں کو یکساں متأثر کرنا۔

اعجاز قرآن کی پہلی وجہ:

یہ قرآن پاک وہ نظم بدیع ہے کہ جو عربی زبان کے جانے پہچانے ہر نظم میں اس کے مشابہ ہے اور یہ بات اساطین بلاغت اور فصاحت کے ائمہ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کی شہادت سے ثابت ہے۔ جو عرب کے فصحاء اور مشاہیر تھے۔

علامہ صابونی نے چار تاریخی واقعات سے اس بات کو ثابت کیا ہے۔

جب مغیرہ آپ ﷺ کی مجلس سے واپس ہوا تو بہت ہی متأثر ہوا ابو جہل کو جب پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس آکر کہنے لگا، تو محمد ﷺ کے بارے میں ایسی بات کہہ کہ جو تیری قوم کو یہ بتلائے کہ تو اس کا منکر ہے، اس نے پوچھا تو میں کیا کروں؟ خدا کی قسم! تم میں سے کوئی مجھ سے زیادہ شعر گوئی کو نہیں جانتا اور نہ شعر کے رجز اور قصیدے کو اور نہ ہی جنوں کے اشعار کو۔ خدا کی قسم جو وہ کہتے ہیں وہ ان میں سے کسی شی کے بھی مشابہ نہیں، اور خدا کی قسم آپ ﷺ کے کلام میں بھلا کی شیرینی اور رونق ہے۔ اس کا اوپر حصہ پھل دار ہے، اور نیچے والا حصہ بے انتہاء سیراب ہے یہ کلام غالب ہی رہتا ہے یہ مغلوب نہیں ہوتا۔

اسی طرح کا واقعہ ابو ذرؓ کے بھائی انیس غفاری اور عتبہ بن ربیع سے

بھی منقول ہیں۔

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ:

قرآن کا انوکھا طرز نگارش و بیان ہے کہ، جو تمام اسالیب عربیہ کے خلاف ہے۔ پس قرآن نے ایسا شاندار اور دلکش اسلوب لایا، جس نے عربوں کو اپنی رونق و جمال اور مٹھاس اور شیرینی سے حیران کر دیا۔

اسلوب قرآن کے خصائص:

قرآن کریم کا عجیب حیران کن اسلوب جو تمام انسانی اسالیب سے جداگانہ شان رکھتی ہے، اس بے مثال اسلوب کے متعدد خصائص میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱..... یہ قرآن کا وہ لفظی اثر ہے کہ جو اس کے نظام صوتی اور جمال لغوی میں ظاہر ہوتا ہے۔

۲..... قرآن کریم کا ہر خاص و عام کو مطمئن کرنا، جس کا مطلب یہ ہے کہ سب اس کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں اور اس کی شان و شوکت کو سمجھتے ہیں۔

۳..... قرآن مجید کا عقل و جذبات دونوں کو ایک ساتھ مطمئن کرنا۔ چنانچہ قرآن عقل اور دل دونوں سے مخاطب ہے اور حق و جمال کو ایک ساتھ جمع کرتا ہے۔

۴..... قرآن مجید کے الفاظ کے ڈھلاؤ اور چناؤ کی عمدگی گویا کہ ایک ہی ڈھلا ہوا کلام ہے جو عقلوں کو کھلواڑ بناتا ہے اور آنکھوں کو گرفتار کر لیتا ہے (اس کو الفاظ کا اعجاز کہا جاتا ہے)

۵..... قرآن کی کلام کے تکرار میں کمال مہارت اور فوقیت اور قرآن کے امثال کا تفنن جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک ہی بات کو کئی الفاظ اور مختلف طریقوں سے لاتا ہے۔ سب طریقے شاندار ہیں۔

۶..... اجمال اور تفصیل کو جمع کرنا۔

Scanned with CamScanner

۷..... الفاظ کے امثال کے ساتھ معانی کی تکمیل (اس کو ترکیب کا اعجاز کہا جاتا ہے۔)
(مناہل العرفان)

علامہ صابونی نے اس کے بعد اسلوب قرآن کی خصائص کی چار توضیحی مثالیں لکھی۔

تیسری وجہ اعجاز:

یہ وہ شاندار اور نہایت عمدہ اعجاز اور خارق عادت فصاحت و بلاغت ہے کہ مخلوق میں سے کسی بشر کو اس کا احاطہ کرنا یا اس کی مثل لانا ممکن نہیں، کیونکہ یہ طاقت بشریہ اور قدرت انسانیہ سے مافوق ہے، کیونکہ ایک بھیڑوں کا چرواہا قرآن مجید سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ ریز ہو جاتا ہے یہ اس کلام کی تاثیر ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں اثر ڈالتا ہے۔

امام اصمعی ؒ نے ایک کمسن لڑکی سے جب عربی اشعار سنے تو انہیں وہ اشعار بڑے اچھے لگے اس پر اصمعی ؒ نے اس لڑکی کی تعریف کی اس کے جواب میں لڑکی نے کہا تیرا بھلا ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے اس آیت کے بعد بھی میرے اشعار کو فصیح سمجھا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡهِ فَاَلۡقِیۡهِ فِی الۡیَمِّ وَلَا تَخَافِیۡ وَلَا تَحۡزَنِیۡ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَ جَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴾ (قصص : ۷)

لڑکی نے کہا اس آیت میں اختصار کے باوجود دو امر، دو نہی، دو خبروں، اور دو بشارتوں کو جمع کیا گیا ہے۔

اسی طرح مشہور ادیب عبداللہ بن المقفع نے قرآن کا معارضہ کرنا چاہا تو ایک بچے کے زبانی ﴿ وَقِیۡلَ یٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِیۡ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقۡلِعِیۡ وَغِیۡضَ الۡمَآءُ وَقُضِیَ الۡاَمۡرُ وَاسۡتَوَتۡ عَلَی الۡجُوۡدِیِّ وَقِیۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ﴾

(ھود : ٤٤) سنا تو اپنے اوراق پھاڑ ڈالے اور قلموں کو توڑ دیا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ اس کلام میں سے ہے کہ کسی بھی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ اس کا مثل لائے۔

علامہ قرطبی ؒ ابن حصار سے نقل کرتے ہیں کہ اعجاز قرآن کی یہ تینوں وجوہات نظم، اسلوب، بلاغت ہر سورت بلکہ ہر آیت کا لازم ہے۔ اپنی معجزی باتوں کی وجہ سے یہ انسانی کلاموں سے جدا کرتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد:۱ص:۷۴)

چوتھی وجہ اعجاز کامل تشریعی الٰہی:

قرآن کریم کے وجوہ اعجاز میں سے ایک کامل تشریعی الٰہی ہونا ہے کہ جو انسانوں کی بنائی ہوئی اس قدیم وجدید تشریع سے بلند ہے کہ جس کو انسان جانتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں عقائد کے اصول، عبادات کے احکام فضائل وآداب کے قوانین ، اقتصادی، سیاسی، مدنی اور اجتماعی تشریع کی وضاحت فرمائی ہے، یہی تو وہ کلام الٰہی ہے جس نے خاندان اور معاشرے کی حیات کی تنظیم کی ہے، اور انسانیت کے لئے قابل احترام عدل وانصاف سے مالا مال بنیادی اصول وضع کئے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید نے فرد اور جماعت کے پیش نظر بنیادی اور بڑے بڑے جرائم کا واضح لفظوں میں بیان کیا ہے۔ اور ان کی ایسی واقعی حدود متعین کی ہے، جن میں کمی زیادتی یا تساہل جائز نہیں۔ جیسے جرم قتل، جرم زنا اور جرم سرقہ، ڈاکہ ڈالنا، لوگوں کی عزتوں پر تہمت لگانا، تشریعی الٰہی اور تشریعی انسانی کہ درمیان موازنہ کی سب سے شاندار مثال وہ عزیم الشان اثر ہے کہ جس نے عربوں کے دلوں میں اس حکیمانہ طریقے کے سبب اثر کیا، جس سے ان کے تمام اجتماعی، انفرادی اعراض کا سدباب ہو، پس وہ دنیا کے بادشاہ بن گئے اور جہاں کے سردار۔

زندگی کے حقائق سے اس کی چند مثالیں:

علامہ صابونی فرماتے ہیں کہ اس حکیمانہ تشریع قرآن کی باقی تمام بشری

Scanned with CamScanner

تشریعات اور زمینی نظاموں پر برتری کی مثالوں میں وہ باتیں ہیں کہ جن کو ہم اپنے حقیقی زندگی میں مخصوص کرتے ہیں۔ ہم شریعت اسلامیہ کی، باقی نظاموں پر برتری کی طرف ذیل میں ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

۱..... کچھ عرصہ پہلے امریکا نے شراب پر پابندی لگائی اور اس کو ممنوع قرار دیا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔ کیونکہ امریکا نے قرآن مجید کا حکیمانہ اسلوب نہیں اپنایا، تو نتیجۃً انہیں دوبارہ شراب نوشی کی اجازت دینی پڑی، باوجودیکہ وہ شراب کے زبردست نقصانات کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔

۲..... مغربی ممالک خصوصاً امریکا ابھی تک طلاق کی قانون سازی پر مجبور ہے، کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کے معتدل قانون طلاق کو اپنایا ہی نہیں۔

۳..... مصلحین یورپ آج تعدد ازواج کی اجازت کی آواز اٹھا رہے ہیں، یہاں تک کہ خود عورتوں نے اس کا مطالبہ کیا، کیونکہ مغربی معاشرے میں عورتوں کا بغیر شادی کے رہ جانا نہایت خطرناک معاملہ بن چکا ہے۔

۴..... متمدن یورپی معاشرہ میں ازدواجی خیانتیں بڑی خوفناک شکل اور حیرت انگیز صورت میں پھیل گئی ہیں، اور ان میں ناجائز بچوں کی کثرت، بے حیائی، فیشن پرستی، دو جنسوں کے آپس میں ملاپ کی وجہ سے ہوا۔

۵..... اسپین کی حکومت نے ایک حکم جاری کیا اور اپنے ملک میں زنا کاری کو روکنے اور ساحلوں پر نہانے کے کپڑوں میں نکلنے سے عورتوں کو روکنے کا قانون بنالیا۔

۶..... فرانس کے صدر نے آخری جنگ میں اپنی شکست کے دن جرمنی کے سامنے پکار کر کہا ''حکومت فرانس کے گرنے اور شکست کی وجہ ان کی جنسی شہوات میں ڈوب جانا اور برائیوں اور فتنوں میں حد سے آگے نکل جانا ہے۔''

یہ سب باتیں خود ساختہ وضعی نظاموں اور بشری قوانین و تشریعات کی

شکست کی بہت بڑے دلائل میں سے ایک ہے۔

البتہ اسلام نے امن وامان کو قائم کیا ہے اور جرم کو اس کی قبر میں اتارا ہے بے شک کسی نے کیا ہی خوب کہا:

اَیْنَمَا نَظَمَتْ عُقُوْلٌ ضِعَافٌ مِنْ نِّظَامِ الْمُهَیْمِنِ الدَّیَّانِ
اِیْهِ عَصْرَ الْعِشْرِیْنَ ظَنُّوْكَ عَصْرًا نَیِّرُ الْوَجْهِ مُسْعِدُ الْاِنْسَانِ
لَسْتَ نُوْرًا بَلْ اَنْتَ نَارٌ وَ ظُلْمٌ مُذْ جَعَلْتَ الْاِنْسَانَ كَالْحَیْوَانِ

ترجمہ: کمزور عقلیں کہاں اللہ کے نظام جیسا کوئی نظام بنا سکتیں، اے بیسویں صدی! تجھے لوگوں نے روشن چہرہ والا اور انسانوں کا خوش قسمت دور سمجھا، تو یقین جانو کہ تو روشنی نہیں ہے اندھیرا ہے، جب سے تو نے انسان کو جانور جیسے بنا دیا ہے۔

قوانینِ رحمانی اور قوانینِ انسانی میں یہی فرق ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

(مناهل العرفان)

پانچویں وجہ اعجاز غیبی واقعات کی خبر دینا:

وجوہ اعجاز میں قرآن کریم کا غیبی واقعات کی خبریں دینا ہے، جو حرف بحرف صحیح ثابت ہو چکیں یہ اس قرآن کے کلام بشر نہ ہونے کی ایک روشن دلیل اور قطعی حجت ہے۔

۱..... جیسے رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد غالب آنے کی خبر۔

﴿ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ م بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ . بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴾ (روم: ۱ تا ۵)

یہ واقعہ ۶۲۲ء بمطابق ۶ ہجری کو پیش آیا ساتھ ہی مسلمانون کو دی ہوئی خوشخبری بھی صادق آئی یعنی "بدر" کی فتح۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ یہ پیشن گوئی آپ ﷺ کی صداقت کی

روشن دلیل ہے۔

۲..... آپ ﷺ کا مع اصحابؓ کے مکہ میں امن سے داخل ہونے کی پیشن گوئی۔

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (فتح: ۲۷)

۳..... قریش کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئی۔

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآئَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ○ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴾ (دخان: ۱۰ تا ۱۶)

اور ایک روشن مسکرائے مستقبل کی پیشن گوئی جو عنقریب مسلمانوں کو حاصل ہوگا۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ﴾ (النور: ۵۵)

ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ مسلمانوں کا اقتدار بلاد عرب سے نکل کر بحر ظلمات یعنی بحر اوقیانوس سے لیکر مشرق میں چین کے سرحدوں تک پھیل گیا۔ بے شک اللہ کا وعدہ ہو کر رہتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے قصہ کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (هود: ۴۹)

Scanned with CamScanner

اعجاز قرآن کی چھٹی وجہ:

(جدید علوم کے ساتھ قرآن کے علوم کا تعارض نہ ہونا)

اعجاز قرآن کی ایک وجہ بعض کائناتی علوم کی طرف وہ باریک اشارے ہیں جن کی طرف پہلے قرآن نے سبقت کی ہے، جس سے جدید سائنس اب شناسا ہوئی پھر قرآن مجید کا ان جدید علمی نظریات سے عدم تعارض جن کو جدید سائنسی علوم نے کھولا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ ﴾ (حم السجدہ : ۵۳)

ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کوئی فزیکل سائنس، ریاضی، فزیالوجی کی کتاب نہیں ہے یہ تو ہدایت، رہنمائی، تشریع اور اصلاح کی کتاب ہے، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کی آیات ان بعض سائنسی، طبی اور جغرفیائی مسائل کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو قرآن مجید کے اعجاز اور وحی الٰہی ہونے کی طرف دلالت کرتے ہیں۔

آگے علامہ صابونی نے استاد عفیف طبارہ کی کتاب ''روح الدین الاسلامی'' کے بعض دقیق علمی حقائق میں سے چند کو ذکر کرتے ہیں آئندہ فصل اس چھٹی وجہ اعجاز کی تفصیل ہے۔

نوٹ :

سائنسی انکشافات کے مطالعہ سے پہلے استاد کمال الدین المستر شد صاحب کا یہ تبصرہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

تبصرہ: المستر شد عرض کرتا ہے کہ سائنسدانوں کی آراء میں کافی تضاد ہے، چونکہ آج سے ساڑھے چار ارب سال پہلے کوئی بھی موجود نہ تھا، جو اپنا مشاھدہ بتلا کر یقین کی روشنی میں کچھ کہہ سکے، اسلئے یہ باتیں سب ان قیاس آرائیوں کے تناظر میں کی گئی ہیں جو قیاس کی شکل اول کے طور پر نہیں بلکہ باقی تین اشکال کی مانند ہیں

،جن میں غلطی کا چانس رہتا ہے، خصوصاً جب اس کا کوئی مقدمہ بدیھی نہ ہو اور قیاس بطور شکل چہارم کے ہو۔

علاوہ ازیں یہ قیاس آرائیاں اس ذہنیت کی اختراعات ہیں، جو انسان اور خصوصاً ذہین انسان کو اشیاء کے اسباب ڈھونڈنے پر آمادہ کرتی ہے۔

انسانی تاریخ میں ایسے بے شمار لوگ گزرے ہیں، جنہوں نے کائنات اور محسوسات کو یا تو کسی غیر مرئی دیوتا کی طرف منسوب کیا ہے، یا ستاروں کی جانب نسبت کی ہے یا ایک چیز کو دوسری چیز سے جوڑتے جوڑتے اس کی ابتدائی حالت میں مجبوراً کسی نہ کسی قانون کا سہارا لیا ہے، یا مفروضوں کا انبار لگا دیا ہے۔

مشرکین اپنے کاموں اور احوال کی تقسیم کر کے، مختلف ومتعدد باطل معبودوں کی جانب منسوب کرتے، قدیم زمانے میں اہل یورپ بھی فرضی خداؤں کے شدت سے قائل تھے، اہل ہند ان سے چند قدم آگے تھے، یہی حال فارس (ایران) والوں کا بھی تھا۔ نظام شمسی کوئی نیا نظام نہیں، اس کے بارے میں افلاطون وارسطو کے زمانے سے مختلف قیاس آرائیاں چلی آرہی ہیں، ورنہ تو سیدھی آسان بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک نے اس کائنات کو اپنی قدرت سے وجود بخشا ہے اور اپنی حکمت سے ان کو خاص طور پر رواں دواں کیا ہے۔ اگر چہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہر کام ضابطے سے ہوتا ہے اور اشیاء میں تاثیرات ودیعت فرمائی ہیں۔ خواہ وہ کشش ثقل کی صورت میں ہوں یا قوت طاردہ کی صورت میں، مرکز کے قریب سیاروں میں حرکت تیز رکھی ہے، تاکہ ان کی قوت طاردہ زیادہ رہے اور سورج اپنی قوت ثقل کی وجہ سے ان کو ہڑپ نہ کر سکے، جبکہ دور کے سیاروں میں نسبتاً اس حرکت کو حسب تفاوت مختلف درجوں پر کم رکھی ہے، مگر اس پورے نظام کو خالق کے بجائے سورج کی طرف منسوب کرنا انصاف سے بعید ہے۔

نیز اگر ان محسوس اجرام کو ہم سورج کی طرف منسوب کریں تو پھر سورج کی نسبت کس کی طرف کی جائے گی؟ اگر اس کے لئے کوئی مادہ مانا جائے، تو وہ مادہ کہاں

Scanned with CamScanner

سے آیا؟ اگر وہ اجزائے دیمقراطیسیہ سے بنا ہے، تو وہ اجزاء کہاں سے آئے ہیں؟؟ علی ھذا القیاس۔

اس طرح تسلسل لازم آئے گا جس کے بطلان پر منطق کی کتابوں میں انتہائی مضبوط بلکہ مسلم ویقینی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

لھذا انسان مجبور ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں جا کر ایک خارجی قوت کو مانے اور ابتدائی مخلوق کو اس کی طرف منسوب کرے، ورنہ تو انسان ہمیشہ کے لئے حیرت کی وادیوں میں پریشان وحیران پھرتا رہے گا، وہی ہستی خدائے تعالی کی ذات ہے۔

ہمارے نزدیک اللہ تبارک وتعالی نے اپنی صفت ابداع سے عالم وکائنات کو نیست سے ایست اور عدم سے موجود کیا، جس کا پہلے کوئی وجود اور کوئی ماڈل نہ تھا۔

پھر صفت تدبیر سے ان اشیاء کے لئے نظام مقرر فرمایا، ان میں سے ہر جنس کی الگ الگ خصوصیات وفرائض ہیں نظام شمسی کا ایک ضابطہ ہے، جانوروں کا دوسرا، نباتات کا تیسرا اور معدنیات وغیرہ کا الگ الگ طریقہ کار ہے۔

پس اللہ تبارک وتعالی بدیع السماوت والارض ہے، خالق کل شئی ہے، اور مدبر الامر ہے، اس سے تمام عُقدے کھل جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

نویں فصل

قرآن مجید کے سائنسی انکشافات:

(۱) کائنات کی وحدت (وحدت الکون)

(کائنات کا ایک اکائی یعنی یونٹ سے وجود میں آنا۔)

جدید علمی نظریات میں ایک نظریہ، یہ ہے کہ زمین مجموعی نظام شمسی کا حصہ تھی یعنی ابتداءً ایک گیس تھی، پھر یہ کائنات اجرام سماوی میں تقسیم ہوگئی اور ہمارا یہ نظام شمسی ان تقسیموں کا نتیجہ ہے۔ یہ نظریہ قرآن مجید کے اس آیت کے موافق ہے۔

﴿ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾ (انبیاء: ۳۰)

اسی طرح آیت کا دوسرا حصہ ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ﴾ اس علمی حقیت کی تقریر سے زیادہ موثر ہے کہ جس کے راز کو سائنس دانوں نے اب دریافت کیا کہ کیمیائی عوامل کا ایک بڑا حصہ پانی کا محتاج ہے، پوری کائنات اور نباتات کی حیات کے دوام کا بنیادی عنصر ہے۔

(۲) تخلیق کائنات (نشأۃ الکون)

علم فلکیات کے عالم ''جینز'' کہتے ہیں کہ کائنات کا مادہ ایک منتشر گیس کی شکل میں فضاء میں ایک منظم شکل میں پھیلایا گیا، پھر آسمان وزمین وجود میں آئے۔ قرآن مجید نے کائنات کی ابتدائی تصویر چودہ سو سال پہلے پیش کی ہے۔

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴾ (فصلت : ۱۱)

(۳) ایٹم کا قابل تقسیم ہونا (تقسیم الذرہ)

انیسویں صدی تک سائنس ایٹم ہی کو چھوٹا ذرہ اور جزء لایتجزی کہتا رہا ہے اب جا کے بیسیوں صدی میں وہ اس حقیقت سے آشنا ہوئے، کہ ایٹم کو مزید تقسیم کرنا ممکن ہے یعنی ایک ایٹم میں کئی اجزء ہوتے ہیں۔

(۱) الیکٹران (Electron) (۲) پروٹان (Proton)

(۳) نیوٹران (Newtron)

اس بات کی طرف قرآن کریم نے پہلے ہی سے اشارہ فرمادیا تھا۔

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یونس ۶۱)

۴۔ بلندی پر آکسیجن کی کمی:

سائنسدانوں کو یہ بات جہاز ایجاد ہو جانے کے بعد معلوم ہوئی کہ بالائی طبقات میں آکسیجن کی کمی ہوتی ہے، اس لئے جہاز جب ۳۵ ہزار فٹ سے زائد بلندی پر جاتا ہے، تو جہاز کا پائلٹ مصنوعی آکسیجن کے استعمال کا کہتا ہے۔ قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے اس کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَاءِ﴾ (الانعام: ۱۲۵)

۵۔ ہر شئے کے جوڑے

لوگ پہلے یہ سمجھتے تھے کہ جنس کا مذکر، مئونث ہونا صرف انسان و حیوان میں ہوتا ہے، لیکن اب سائنس دانوں پر یہ بات منکشف ہوئی کہ مذکر و مئونث ہر چیز میں پائی

جاتی ہے۔چاہے نباتات ہو یا جمادات یہاں تک کے بجلی میں بھی مثبت(Positive)اور منفی(Negative)پایا جا تا ہے،اس دریا فت کو قرآن کے متعدد آیات نے بیان کیا۔

۱۔﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَازَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾(الذاریات:۴۹)

۲۔﴿اَوَلَمْ یَرَوْااِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَافِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ﴾

(شعراء: ۳۶)

۳۔﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَامِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَایَعْلَمُوْنَ﴾

(یٰسن۳۶)

۶۔جنین کی جھلیاں اور پردے:

یہ بات جدید طب پراب آشکارا ہوئی کہ جنین (رحم مادر میں رہنے والا بچہ) تین پردوں میں گھرا ہوتا ہے۔وہ بھی خورد بینی الٹرا ساونڈ کے ایجاد ہونے کے بعد!

1. (ممرین سیل پہلی مادری شکمی دیوار)

(The Maternal Anterior Abdominal Wall)

2.)رحمی دیوار (The Uterine Wall).

3.)غلاف جنین جھلی (The Amniochorionic Membrane)

اس حقیقت کی طرف سورہ زمر میں ارشاد ہے۔﴿یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًامِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ، ثَلٰثٍ، ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ﴾

(زمر:۶)

۷۔ہواوں کے ذریعے نباتات میں عمل تولید:

جدید سائنس کا علم کہتا ہے کہ ہوا کے ذریعے تخم ریزی کا عمل ہوتا ہے،

Scanned with CamScanner

ہوائیں کھجور انجیر وغیرہ پھل دار درختوں سے مذکر ذرات مؤنث ذرات کی طرف منتقل کرتی ہے، سورہ حجر میں ارشاد ہے ﴿وَاَرْسَلْنَاالرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَااَنْتُمْ بِخٰزِنِيْنَ﴾(الحجر:۲۲)

۸۔حیوان منوی: (نطفہ کے اندر جاندار اجزاء)

اہل طب اب یہ بات جان گئے کہ انسان کا مادہ منویہ چھوٹے حیوانات پر مشتمل ہے، جس کو بیالوجی کی اصطلاح میں سپرم کہتے ہے۔ یہ مائیکروسکوپ سے نظر آتے ہیں، یہ شکل میں جونک (ایک آبی جانور کے مشابہ) ہوتا ہے۔ قرآن پاک اس حقیقت کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾(العلق ۱،۲)

۹۔انسانی انگلیوں (پوروں) کے نشانات:

گزشتہ صدی ۱۸۸۴ء میں انگلستان میں سرکاری طور پر انگلیوں کے نشانات (فنگر پرنٹس) کے ذریعے آدمیوں کی پہچان کا ایک طریقہ استعمال کیا گیا، جو بعد میں تمام ملکوں میں استعمال کیا جانے لگا۔ کیونکہ ان پوروں میں کئی طرح کے لکیریں ہوتی ہیں، جو دوسرے انسان سے مختلف ہوتی ہے یہ آیت اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ (قیامہ:۳،٤)

ساتویں وجہ اعجاز وعدوں کا پورا ہونا:

قرآن مجید قرآن کریم کی وجہ اعجاز میں سے ایک وجہ اعجاز وعدوں کا ایفاء ہے یعنی ہر اس بات کا پورا کرنا جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے۔

یہ وعدے دو طرح تھے۔

(۱) مطلق وعدہ (۲) مقیدہ وعدہ

مطلق وعدوں کی چند مثالیں جیسا کہ آپ ﷺ اور مومنین کی فتح و نصرت کا وعدہ۔

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴾ (الفتح: ۱ ـ ۳)

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الروم: ٤٧)

اللہ رب العزب کی یہ مدد بدر، احد و دیگر بڑے بڑے معرکوں میں ظاہر ہوئی جس پر تاریخ گواہ ہے۔

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ (ال عمران: ۱۲۳)

دین اسلام کا غلبہ اور مسلمانوں کی کامیابی۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ (الفتح: ۲۸)

مقید وعدہ کی مثالیں:

(۱) ﴿ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد: ۷)

(۲) ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق: ۲ ـ ۳)

(۳) ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾ (الانفال: ٦٥)

آٹھویں اعجاز علوم و معارف:

قرآن کریم کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اعجاز وہ علوم و معارف ہیں کہ

جن کو قرآن نے اپنے اندر سمویا ہوا ہے، حالانکہ آپ ﷺ امی تھے اور انہوں نے پرورش بھی امیوں میں پائی، بلکہ روئے زمین کے تمام ادباء فصحاء، علماء، حکماء اور فلاسفہ اور قانون دانوں اور عبقری انسانوں کو ایسے علوم و معارف کا مثل لانا ناممکن ہے۔

بعض مستشرقین کا کہنا ہے کہ قرآن کتب سابقہ کی تعلیمات سے مرتب ہے جو آپ نے بعض اہل کتاب سے حاصل کیں۔

﴿ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾

(کہف : ۵)

حالانکہ قرآن مجید ان کتابوں کے عقائد و افکار کو ان میں تحریف و تبدیلی کی وجہ سے باطل قرار دیتے ہیں۔ جب کہ قرآن کریم نے عقائد و عبادات، تشریع و تنظم، اخلاق و معاملات، تعلیم و ترتیب، سیاست و اقتصاد، فلسفہ اور اجتماع کے متعدد میدانوں میں کئی قسم کے علوم کو متعارف کروایا۔

قرآن مجید کے متعدد علوم میں صرف ایک مسئلہ توحید کی بحث ہے، جو یہود و نصاریٰ کے تعلیمات کے بالکل برعکس ہے کیونکہ مقولہ ہے اشیاء اپنے اضداد سے پہچانی جاتی ہے۔ "وَبِضِدِّهَا تَتَمَيَّزُ الْاَشْيَاءُ"

اسلام کا عقیدہ توحید:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اکیلا یکتا بے نیاز ہے اس کا نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا۔ تمام صفات کمالیہ اس کے لئے ثابت ہیں وہ عیب کے تمام صفات سے پاک ہے، نہ اس کی ذات کی طرح کسی کی ذات ہے، اور نہ اس کی صفات کی طرح کسی کی صفات ہیں۔

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ : ۱۱)

﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ﴾

(طٰہٰ : ٦)

Scanned with CamScanner

﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴾

(مریم: ۹۳)

﴿اِنَّ اِلٰهَكُم لَوَاحِدٌ، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴾

(صافات: ٤ ـ ٥)

﴿ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴾

(طٰہٰ: ۹۸)

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا o وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ" فِی الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ" مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴾ (اسراء: ۱۱۰ ـ ۱۱۱)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ o اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ o وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾

(فاطر: ۱۵ تا ۱۷)

یہودی عقیدہ:

یہودی موسیٰؑ کے بعد گمراہ ہوگئے، انہوں نے بعل بت کی عبادت شروع کی۔ عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو انسانوں کے مشابہ قرار دیا اور ساتھ میں یہ باطل نظریہ گھڑ لیا کہ اللہ زمین اور آسمانوں کے بنانے سے تھک گیا، ہفتہ کے دن آرام کیا تمام اقوام عالم میں یہ اللہ کے چہیتے ہیں۔ ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی سوائے چند دنوں کے۔ انہوں نے عیسیٰؑ پر جھوٹ باندھا، نعوذ باللہ حضرت مریمؑ کو زانیہ اور عیسیٰؑ کو ولد زنا قرار دیا۔

یہ یہود کے گمراہ کن باتوں میں سے ہیں قرآن نے ان سب کو رد کر دیا تو

یہود کیسے یہ گمان کرتے ہیں کہ قرآن تورات سے ماخوذ ہے۔

عیسائی عقیدہ:

نصاریٰ یعنی عیسائی بھی حضرت عیسیٰؑ کے بعد بھٹک گئے، اور عقیدہ تثلیث میں الجھ گئے، اپنے مذہبی علماء پوپ، پادریوں کو حرام وحلال کے منصب پر بٹھایا۔

اسی طرح ان کے نظریہ میں عیسیٰؑ سولی پر چڑھ گئے تا کہ وہ انسانوں کو ان کے گناہوں کی سزا سے چھٹکارہ دیں، عیسیٰؑ خدا ہے جو زمین میں انسانی صورت میں اتر آئے، اسی طرح ان کے اور بھی باطل اور گمراہ کن نظریات ہیں، جو انہوں نے اللہ کی طرف منسوب کئے۔

﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴾ (اسراء: ٤٣)

جبکہ قرآن مجید نصاریٰ سے مخاطب ہے۔

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ لَّنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴾

(النساء: ۱۷۱ ـ ۱۷۲)

جبکہ یہود کے بارے میں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ○ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا

الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنَام ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾

(النساء: ۱۵۵ ـ ۱۵۸)

یقیناً قرآن مجید نے واضح الفاظوں میں وہ تحریف بتلائی جو تورات اور انجیل میں اہل کتاب کے ہاں ہوئی اور تورات اور انجیل کے ان احکامات کو کھول کھول کر بیان کیا۔ جن کو یہود و نصاریٰ نے چھپایا۔

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (المائدہ: ۱۵ ـ ۱۶)

کیا یہ سب باتیں آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل نہیں؟

علامہ بوصیریؒ نے کیا خوب کہا:

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِى الْاُمِّيِّ مُعْجِزَةً فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَ التَّادِيْبِ فِى الْيُتُمِ

ترجمہ: تیرے لئے یہی معجزہ کافی ہے کہ دور جاہلیت میں ایک امی میں علم کا ہونا اور ایک یتیم میں یتیمی کے باوجود آداب وتہذیب کا ہونا۔

نواں اعجاز قرآن حاجات بشریہ کو پورا کرنا:

قرآن مجید کا یہ وجہ اعجاز بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم ایسی ہدایات کو لایا جو کامل اور تمام ضروریات کو شامل ہے، جو ہر زمانے اور ہر جگہ بشری حاجات کو پورا کرتی ہے۔ قرآن مجید نے ذیل کے مقاصد کو کھول کر بیان کیا۔

Scanned with CamScanner

(۱) فرد کی اصلاح (۲) معاشرے کی اصلاح

(۳) عقائد کی اصلاح (۴) عبادات کی اصلاح

(۵) اخلاق کی اصلاح (۶) حکومت وسیاست کی اصلاح

(۷) مالی معاملات کی اصلاح (۸) جنگی معاملات کی اصلاح

(۹) عملی ثقافت وتربیت کی اصلاح (۱۰) عقلوں اور سوچوں کو خرافات سے آزاد کرانا۔

کسی نے کیا خوب کہا:

شَرِیْعَۃُ اللّٰہِ لِلْاِنْسَانِ تِبْیَانٌ وَ کُلُّ شَیْءٍ سِوَی الْقُرْاٰنِ خُسْرَانُ

ترجمہ: اللہ کی شریعت انسان کے لئے واضح روشن راستہ ہے اور قرآن کے سوا ہر چیز میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔

دسواں اعجاز قرآن کی دلوں میں تاثیر:

قرآن کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اعجاز وہ انتہائی تاثیر ہے جو قرآن مجید نے اپنوں اور پرایوں سب کے دلوں میں پیدا کی۔

مشرکین باوجود اس کے کہ دوسروں کو تو منع کرتے جب کہ خود راتوں کو چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (فصلت: ۲۶)

مشرکین کے بڑے بڑے معاند قرآن مجید کے سائے تلے چلے آئے جیسے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں لوگ کہتے تھے خدا کی قسم عمر ہرگز ایمان نہ لائیں گے حتی کہ ان کا گدھا ایمان لائے۔ لیکن جب آکر حضرت سعید بن زید سے آیات

Scanned with CamScanner

قرآنیہ سنی تو اسلام کو اختیار کیا۔ (باقی آپ ؓ کے اسلام کا واقعہ مشہور ہے۔)

اسی طرح حضرت اسید بن حضیر ؓ جو حضرت سعد بن معاذ ؓ قبیلہ خزرج کے سردار کے بھتیجے تھے، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو اسلام سے روکنے آئے لیکن چند لمحوں میں قرآن مجید کے تعلیم سے متاثر ہو کر اسلام کی آغوش میں آئے، اس کے اور حضرت سعد بن معاذ کے ایمان کی بدولت پورے قبیلہ خزرج کے لوگ مسلمان ہوئے۔

صاحب تفسیر منار نے لکھا ہے کہ

فرانسیسی فلسفی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے عیسائی پادریوں کے قول کی تردید کی ہے جن کا یہ کہنا تھا کہ محمد ﷺ کو حضرت موسیٰ ؑ و عیسیٰ ؑ جیسے معجزات نہیں دیئے گئے آگے جا کر لکھتے ہیں آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں کو قرآن پر ایمان لانے کے لئے کھینچنے میں تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام نے جو کچھ کہا اس سے زیادہ کرتے تھے۔

علام رافعی ؒ نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن'' میں ایک اہم بات ذکر کی ہے جو انہوں نے علامہ امیر شکیب ارسلان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ''لوشیر اور کلفین'' جو مسیحی تاریخ کے مشہور مصلحین ہیں ان کا ایک دفعہ ''ہولتیر'' فرانسیسی فلسفی کے سامنے ذکر کیا گیا، تو اس نے کہا یہ دونوں محمد ﷺ کے جوتوں کے بھی لائق نہیں ہیں۔

گیارہواں وجہ اعجاز مضامین قرآن کا تناقض سے سلامت رہنا۔

قرآن مجید کے وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اس کا تناقض اور تعارض سے سلامت ہونا ہے۔ بخلاف تمام انسانی کلاموں کے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Scanned with CamScanner

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾

(النساء: ۸۲)

یہ تمام وجوہ اعجاز جن کو علماء نے بیان کیا ہے یہ کچھ نہیں مگر علوم قرآن کے سمندر میں سے ایک قطرہ، وگرنہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے وجوہ اعجاز ہیں اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائیگا، قرآن کریم کے اعجاز کے اسرار سے پردے اٹھتے جائیں گے۔

کیا کسی نے معارضہ قرآن کی کوشش کی ہے؟

اہل تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مشرکین عرب کے عبقری قادر الکلام فصحاء نے قرآن مجید کا معارضہ نہیں کیا۔ باوجود اس کے کہ وہ آپ ﷺ کی رسالت کی تکذیب پر نہایت حریص تھے، البتہ کچھ احمقوں نے مضحکہ خیز کوشش کی ہے۔

جس کی وجہ سے وہ اللہ کے غضب اور لوگوں کے سامنے شرمندگی کا سامان ٹھہرے۔ ان میں ایک مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے معارضہ کرنا چاہا لیکن اس کے اقوال سے خود اس کا دجل وکذب ظاہر ہوتا تھا، ان ہی میں ایک اسود عنسی تھا جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ ﴾ (الانعام: ۱۲۱)

ان میں سے ایک طلیحہ بن خویلد الاسدی ہے اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں ان کے خلاف لشکر بھیجا طلیحہ کے پیروکاروں کی بڑی جماعت ماری گئی خود شکست کھا کر شام چلا گیا، کہتے ہیں کہ بعد میں وہ ایمان لایا۔

علامہ رافعی فرماتے ہیں: جب تجھے یہ کہے کہ فلاں شخص قرآن مجید کے

معارضہ کو ممکن سمجھتا ہے اور اس میں جھگڑتا ہے تو جان لے کہ وہ جھوٹی کاریگری میں دو آدمیوں میں سے ایک ہے۔

اسی طرح ہمارے زمانے قریب میں بھی یہ بات پیش آئی ہے کہ بہائیوں اور قادیانیوں کے بڑوں پیشواؤں نے چند کتابیں لکھی ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ اس سے قرآن کا معارضہ کریں گے پھر وہ لوگوں کی ملامت کے ڈر سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہ کوئی مناسب وقت آئے گا جب عقل بھٹک جائے گی، اور جہالت عام ہوگی تو ان کتابوں کو نکال دیں گے۔

قرآن کریم کے بارے میں چند اعتراضات اور انکے جوابات:

پہلا اعتراض:

دشمنان اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے یہ قرآن بحیرہ راہب سے سیکھا اور اس کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف کردی تا کہ لوگوں کو اپنی پاکی کا دھوکہ دے۔

جواب:

بے شک یہ جھوٹ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ صلیبی مشرکین اس قسم کی باتوں سے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں، اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کے شام جانے کا سفر دو مرتبہ ہوا۔ پہلا سفر اپنے چچا کے ساتھ، اس سفر میں آپ کی ملاقات بحرہ راہب سے ہوئی تھی لیکن یہ کتنی تعجب انگیز بات ہے کہ کم عمری کے باوجود آپ نے اولین وآخرین کے علوم حاصل کر لئے ہو۔

دوسری مرتبہ کے سفر میں جب آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی، اس میں کسی راہب سے ملاقات ثابت ہی نہیں۔ ان مشرکین سے قریش عرب زیادہ عقل مند

تھے کہ انہوں نے آپ کی تکذیب میں کبھی یہ اعتراض نہیں اٹھایا۔

دوسرا اعتراض:

یہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ قرآن "جبر الرومی" سے سیکھا۔

جواب:

قرآن مجید نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیا۔

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ (النحل: ۱۰۳)

تیسرا اعتراض:

آپ ﷺ ایک نہایت شاندار شخصیت کے مالک تھے قرآن آپ ﷺ کا خود بنایا ہوا ہے۔

جواب:

یہ اعتراض وہی کرسکتا ہے جو آپ ﷺ کی تاریخ سے ناواقف ہو آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی گذری، لیکن کسی نے آپ ﷺ کی صداقت وامانت پر انگلی نہیں اٹھائی، یہاں تک کہ روم کا بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان جو اس وقت تک آغوش اسلام میں نہیں آئے تھے، ان سے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا، کیا تم نے اس شخص کو اس سے پہلے جھوٹ بولتا ہوا پایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ ہمارے ہاں صادق وامین مشہور ہے، تو ہرقل نے کہا:

"لَمْ يَكُنْ لِّيَدَعَ الْكِذْبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللّٰهِ"

یعنی آپ ﷺ نے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔

قرآن مجید بھی اس قول کی تردید کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

﴿ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ (العنکبوت : ٤٨)

چوتھا اعتراض:

بعض ملحدین یہ کہتے ہیں کہ انسان کا قرآن کے مثل لانے سے عاجز ہونا یہ اس کے کلام اللہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ ﷺ کے کلام کے مثل لانے سے بھی لوگ قاصر ہیں، حالانکہ کلام الرسول تو کلام اللہ نہیں تو قرآن بھی کلام اللہ نہیں ہوا۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ عام لوگ حدیث نبوی ﷺ کے مثل لانے سے عاجز ہیں مگر بعض خواص اس کے بعض کی مثل لانے سے ہرگز عاجز نہیں ہیں کیونکہ ایک انسان کا کلام دوسرے کے کلام کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ ہم بعض صحابہ ؓ کے کلام اور کلام الرسول میں مشابہت پاتے ہیں، اور کبھی حدیث موقوف پر حدیث مرفوع کا گمان ہوتا ہے، حتی کہ اس کی پہچان اور حدیث مرفوع کی پہچان ہمیں سند سے کرنی پڑتی ہے۔

جبکہ قرآن کبھی کسی دوسرے کلام سے میل نہیں کھاتا۔ دوسرا یہ کہ اگر قرآن مجید آپ ﷺ کا بنایا ہوا ہوتا تو وہ قرآن مجید حدیث کے مشابہ ہوتا حالانکہ دونوں میں آسمان اور رمین کا فرق ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (الاسراء: ٨٨)

Scanned with CamScanner

دسویں فصل:

قرآن مجید کے سورتوں کے فضائل میں بیان کی جانے والی احادیث پر تنبیہ۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنے تفسیر الجامع لاحکام القرآن کے مقدمے میں لکھا ہے کہ میں نے ان جھوٹی احادیث اور باطل اخبار کی طرف التفات نہیں کیا جنہیں مختلف لوگوں نے مختلف مقاصد کے لئے وضع کیا۔

(۱) مغیرہ کوفی اور محمد شامی المصلوبؒ انہوں نے جھوٹی احادیث گھڑلی تا کہ لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کریں۔

(۲) بعض ان میں سے خواہش نفس کے لئے احادیث گھڑتے تھے۔

(۳) بعض لوگوں نے ثواب کی امید کے لئے احادیث گھڑی جیسے ابوعصمۃ المروری۔

(۴) بعض گدا گر جو مال اکٹھا کرنے کے لئے احادیث گھڑتے۔اس لئے علامہ فرماتے ہیں کہ لوگ اگر صرف صحاح اور مستند مسانید پر اعتماد کرتے تو آپ ﷺ کی اس وعید سے نکل جاتے۔

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

(تفسیر قرطبی جلد : ۱ ص : ۷۸)

کیا قرآن میں غیر عربی کا کوئی لفظ ہے؟

یہ بات یقینی ہے کہ قرآن عربی زبان میں اترا، تا کہ یہ ان کے معاشرے کے لئے ایک ضابطۂ حیات ٹھہرے۔

قرآن مجید میں بعض غیر عربی کے الفاظ ہونے کے بارے میں دو مذاہب

Scanned with CamScanner

ہیں۔ پہلا جمہور کا مذہب اور دوسرا بعض علماء کا مذہب۔

پہلا مذہب جمہور کا ہے ان میں قاضی ابوبکر بن الطیب، ابن جریر طبری، علامہ باقلانی وغیرہ علماء ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ قرآن سارے کا سارا عربی ہے، اس میں غیر عربی زبان کے الفاظ یا مفرادات نہیں اور اس میں پائے جانے والے الفاظ جو دیگر لغات کی طرف منسوب ہیں، تو ان کے بارے میں اس بات پر اتفاق ہے کہ ان الفاظ پر کئی لغات ایک ساتھ آئی ہیں، ان الفاظ کو بیک وقت عرب، اہل فارس اور اہل حبشہ استعمال کرتے ہیں۔

دوسرا مذہب بعض علماء کا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کچھ الفاظ غیر عربی ہیں لیکن یہ اپنی قلت کی وجہ سے قرآن کو عربی ہونے سے نہیں نکالتا جیسے لفظ ''مشکوٰۃ'' طاق کے معنی میں اور ''قسورۃ'' بمعنی شیر، یہ الفاظ حبشی زبان کے ہیں۔

اسی طرح لفظ ''قسط'' بمعنی ترازو رومی لفظ ہے اور ''سجیل'' بمعنی کنکریاں یہ فارسی لفظ ہے ''غساق'' پیپ کے معنی میں یہ ترکی زبان کا لفظ ہے ''یم'' بمعنی سمندر سریانی زبان کا لفظ ہے۔

لیکن راجح قول جمہور کا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ (الشعراء: ۱۹۵)

﴿ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ (حم السجدہ: ۳)

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ (یوسف: ۲)

﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ (الزمر: ۲۸)

Scanned with CamScanner

ترجمہ قرآن کی بحث:

ترجمہ قرآن کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو دوسری غیر عربی اجنبی زبانوں کی طرف منتقل کرنا تا کہ جو لوگ عربی لغت سے ناواقف ہو اس ترجمہ کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مراد کو سمجھے۔

ترجمہ کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) لفظی ترجمہ (۲) تفسیری ترجمہ

شرائط ترجمہ:

ترجمہ چاہے لفظی ہو یا تفسیری اس کے لئے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱..... ترجمہ کرنے والا جس لغت میں ترجمہ کرنا چاہتا ہے، اس لغت کا اور عربی لغت دونوں کا ماہر ہو۔

۲..... دونوں لغات کے اسالیب سے واقف ہو۔

۳..... ترجمہ اس طرح ہو کہ انہیں اصل کی جگہ رکھنا ممکن ہو۔

۴..... ترجمہ نے اصل کے عام معانی اور مقاصد کا احاطہ کر لیا ہو۔

کیا قرآن مجید کا لفظی ترجمہ جائز ہے؟

لفظی ترجمہ متن کے علاوہ تو ناجائز ہے کیونکہ بسا اوقات صرف الفاظ پر اکتفاء کرنے سے مقصد اور معنی میں بگاڑ آجاتا ہے۔

اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

۱: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾ (الاسراء: ۲۹)

اگر اس آیت کا صرف لفظی ترجمہ ہوگا تو مطلب واضح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ آیت تمثیل کے باب سے ہے اس میں اسراف اور بخل کو تمثیلا بیان کیا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

۲: ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ﴾ (الاسراء: ٢٤)

اس کا بھی لفظی ترجمہ ممکن نہیں کیونکہ یہ انتہائی بلیغ تعبیر ہے جس کو استعارہ مکنیہ کہا جاتا ہے جو عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں نہیں پایا جاتا۔

۳: ﴿ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ (یونس: ۲)

٤: ﴿ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ﴾ (القمر: ١٤)

٥: ﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ (البقرہ: ١٨٧)

قرآن مجید کا معنوی ترجمہ:

البتہ قرآن مجید کا معنوی ترجمہ ماقبل کے شرائط کے ساتھ جائز ہے اس معنوی ترجمہ کو قرآن نہیں کہتے بلکہ اس کا نام قرآن مجید کی تفسیر رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی تفسیر مذکورہ شرائط کے ساتھ کرنا ممنوع نہیں بلکہ مستحسن ہے تاکہ ساری مخلوق اس کے سعادت سے سیراب ہوسکے۔

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ ﴾ (الاسراء: ۹)

Scanned with CamScanner

گیارھویں فصل:

"سبعة احروف" اور مشہور قراءتیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم کو اپنی حکمت کے تحت قریش کے زبان میں نازل کیا، بیت اللہ کی پاسبانی اور حاجیوں کی خدمت کی وجہ سے تمام عرب میں قریش کو منتخب کیا، کیونکہ تمام قبائل عرب میں قریش کی زبان کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

قرآن مجید سات حروف میں نازل ہوا یہ بات متعدد احادیث میں وارد ہوئی صحیحین میں روایت ہے۔

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَقْرَأَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ وَیَزِیْدُنِیْ حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ ۔ زَادَ مُسْلِمٌ (قَالَ اِبْنُ شِهَابٍ : بَلَغَنِیْ اَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ فِی الْاَمْرِ الَّذِیْ یَكُوْنُ وَاحِدًا لَّایَخْتَلِفُ فِیْ حَلَالٍ وَّ حَرَامٍ "(صحیح البخاری ج: ۳ ص: ۲۲۷)

امام بخاری وامام مسلم نے اپنی صحیحین میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرئیل ؑ نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور مسلسل زیادتی طلب کرتا رہا اور وہ اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حروف تک پہنچ گئے۔

اور امام مسلم نے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں۔

کہ ابن شہاب کہتے ہیں کہ یہ سات حروف اس امر میں ہیں کہ جو حلال و حرام میں مختلف نہیں۔ (یعنی مطلب کے اعتبار سے ایک ہے)

Scanned with CamScanner

اسی طرح صحیحین میں دوسری روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیمؓ کو سورۃ فرقان پڑھتے سنا اس کے علاوہ جو میں نے نبی کریم ﷺ سے پڑھا تھا، نماز کے بعد میں ہشام بن حکیم کو پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لایا اور آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرؓ! چھوڑ دو اور اے ہشام! تم پڑھو چنانچہ انہوں نے سورۃ فرقان اسی قرأت پر پڑھی جس پر میں نے پڑھتے سنا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ، ثُمَّ قَالَ " اِنَّ هٰذا الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَأُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ "

یعنی یہ قرآن سات حروف پر اترا ہے پس اس میں جو تمہارے لئے آسان ہو اس طریقہ پر پڑھ لو۔

اسی طرح امام ترمذی نے ابی بن کعبؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت جبرئیلؑ سے مروہ کے پتھروں کے قریب ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں، جس میں عمر رسیدہ بوڑھے اور بوڑھیاں بھی ہیں اور بچے بھی۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: ان کو حکم کیجئے کہ وہ قرآن کو سات حروف پر پڑھیں۔

علامہ صابونی اس بحث کے تحت نو (۹) روایات لائیں ہیں لیکن سب کا مقصد یہی ہے یعنی قرآن مجید کا سات حروف پر نازل ہونا۔

سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے کی حکمت:

قرآن کریم کو سات حروف پر نازل ہونے کی حکمت امت پر آسانی مقصود تھی آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت پر آسانی کیجئے۔

" اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِىْ " " وَ اِنَّ اُمَّتِىْ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ "

Scanned with CamScanner

محقق ابن جزریؒ فرماتے ہیں قرآن مجید کا سات حروف پر وارد ہونا آپ ﷺ کی عظمت وشرافت اور آپ ﷺ کی امت پر تخفیف کے لئے تھا، کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے یہی فرمایا تھا کہ میری امت اس بات کی طاقت نہیں رکھتی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ کی بعثت عام ہے عرب وعجم سب کے لئے ہے۔

آپ ﷺ کے مخاطبین اولین بھی امی تھے بچے بھی بوڑھے بھی اس لئے اگر انہیں اپنی لغت سے ہٹنے کا دوسری زبان کی طرف منتقل ہونے کا مکلّف بنایا جاتا تو وہ اس کے استطاعت نہ رکھتے۔

اس لئے قرآن کا نزول سات حروف پر ہوا۔

سات حروف پر قرآن نازل ہونے کا معنی:

حرف کے لغت میں متعدد معانی ہیں۔

صاحب القاموس لکھتے ہیں: ''حرف'' ہر شئے کے گوشے اور کنارے کو کہتے ہیں " اَلحَرْفُ مِنَ الْجَبَلِ " پہاڑ کا نوکیلا کنارہ۔ حرف کے معنی ایک ہونے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

﴿ وَمِنَ النَّا [illegible] عَلٰى حَرْفٍ ﴾ (الحج: ۱۱)

حرف کا ایک معنی ''طریقہ'' کے بھی آتا ہے جیسے " سبعة احرف" والی حدیث میں آیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک مشترک لفظ کے قبیل سے ہے سیاق وسباق کے قرائن سے اس مقام کے مناسب اس کا معنی مراد لیا جائے گا۔

Scanned with CamScanner

سبعۃ احرف کا تعین:

حدیث میں وارد ہونے والے لفظ ''احرف'' کے تفسیر میں علماء کے درمیان کافی اختلاف ہے جن کی تعداد چالیس /۴۰ سے زائد ہے لیکن ہر ایک تشریح پر کوئی نہ کوئی اعتراض وار ہوتا ہے اس لئے ان میں زیادہ راجح اور اقرب الی الصواب دو قول معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) سات حروف سے مراد عرب کے سات لغات ہے جن پر قرآن مجید نازل ہوا یعنی قرآن مجید مجموعی طور پر اپنے الفاظ وکلمات میں ان سات لغات سے نہیں نکلتا جو عربوں کی سب سے فصیح ترین لغات ہیں چنانچہ قرآن مجید کا اکثر حصہ تو قریش کی لغت میں اور کچھ ہزیل یا ثقیف یا ہوازن یا کنانہ یا تمیم یا یمن کی لغت سے ہے۔

(۲) سات حروف پر نازل ہونے کا مطلب ساتھ وجوہ یعنی انداز پر نازل ہوا۔

سات وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱..... اختلاف اسماء (یعنی واحد، جمع، تذکیر وتانیث کا اختلاف) جیسے ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴾ (مؤمنون: ۸)

پس لفظ امانت کو جمع اور مفرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۲..... اختلاف افعال (یعنی ماضی، مضارع، امر میں اختلاف)

جیسے ﴿ رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا ﴾ (سباء: ۱۹)

ایک قرأت میں ﴿ بَاعِدْ ﴾ کی جگہ ﴿ بَعَّدَ ﴾ ماضی کے ساتھ ہے۔

۳..... اختلاف ابدال (جیسے حرف کا حرف کے ساتھ ابدال) مثال ﴿ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ﴾ (بقرہ: ۲۵۹) اور ﴿ نُنْشِرُهَا ﴾ راء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۴..... تقدیم وتاخیر کے اختلاف جیسے ﴿ اَفَلَمْ يَيْأَسْ ﴾ (رعد: ۳۱) اور ایک

قرأت میں ﴿اَفَلَمْ یَأْیَسْ﴾ یہ حرف کی مثال ہے۔

﴿ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ﴾ ایک قرأت میں پہلے فعل کو معروف دوسرے کو مجہول، اور ایک قرأت میں اس کا برعکس پڑھا گیا ہے۔ یہ فعل کی مثال ہے۔

اسی طرح کلمہ میں بھی تقدیم وتاخیر ہوسکتا ہے جیسے ﴿ وَجَآءَتْ سَکْرَتُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ﴾ (ق : ۱۹) ایک قرأت میں ﴿ وَ جَآءَتْ سَکْرَتُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ ﴾ پڑھا گیا ہے۔

۵..... اختلاف اعراب جیسے ﴿ مَاهٰذَا بَشَرًا ﴾ (یوسف : ۳۱) ایک قرأت میں ابن مسعود ؓ نے ﴿بَشَرٌ ﴾ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح ﴿ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ﴾ (بروج : ۱۵) میں ﴿اَلْمَجِیْدِ ﴾ کو رفع اور جر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

۶..... کمی اور زیادتی میں اختلاف جیسے ﴿ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی﴾ (اللیل : ۳) ایک قرأت میں صرف ﴿وَالذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی ﴾ پڑھا گیا ہے ﴿ مَاخَلَقَ ﴾ کو حذف کیا گیا ہے۔

۷..... لہجات کا اختلاف جو تفخیم (یعنی حروف کو پُر پڑھنا) ترقیق (یعنی حرف کو باریک پڑھنا) امالہ (یعنی الف کو یاء کی طرف جھکا کر فتح کو کسرہ کے ساتھ پڑھنا) اظہار (یعنی نون کو ظاہر کرنا یعنی غنہ نہیں کرنا) ادغام (حرف کو حرف میں مدغم کر کے یعنی ملا کر پڑھنا) جیسے ﴿ هَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ﴾ (النازعات : ۱۵) ﴿مُوْسٰی ﴾ کو ﴿مُوْسَی﴾ فتحہ کے ساتھ پڑھنا۔

اکثر محققین نے اس قول کو ترجیح دی ہے ان میں علامہ فخر الدین رازی ؒ، ابن قتیبہ، ابن جزری، ابن طیب اور علامہ زرقانی نے بھی اپنی کتاب ''مناہل العرفان'' میں بھی اس کی تائید کی ہے۔

Scanned with CamScanner

مصاحف عثمانیہ سبعۃ احرف پر مشتمل ہیں؟

علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ عہد عثمان میں صحابہ کرام کے اجماع سے ملت اسلامیہ کی وحدت کو انتشار سے بچانے کے لے چھ حروف منسوخ کر دیئے گئے اور ایک حرف کو باقی رکھا گیا تا کہ لوگ قرآت کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر نہ کریں۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ مصحف عثمانی سات حروف پر مشتمل ہیں، وہ اس طرح کہ مصحف عثمانی کا جو رسم الخط ہے وہ مجموعی طور پر کسی حرف کو بالکل نہیں نکالتا، یہی علامہ زرقانیؒ کی رائے ہے اس کی مثال اللہ رب العزت کا یہ قول ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴾ (المومنون: ۸)

اس آیت میں لفظ ﴿ اَمَانَاتِهِمْ ﴾ دو طرح سے آیا ہے جمع اور مفرد۔ اور مصحف عثمانی کا رسم الخط ان دونوں کی وسعت رکھتا ہے، وہ اس طرح کہ ﴿لِامنتھم﴾ مفرد کے رسم الخط کے ساتھ ہے، لیکن اس پر ایک چھوٹا سا الف ہے جو جمع کی قرأت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جبکہ مصحف عثمانی بغیر نقطوں اور اعراب کے لکھا ہوا ہے۔

نوٹ:

" سبعۃ احرف " اور قرأت سبعہ دونوں ایک چیز نہیں اس پر عام تمام علماء کا اتفاق ہے اس لئے کہ ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ سبعہ احرف سے مراد وجود اختلاف ہیں۔

قرأت سبعہ یہ ایک الگ اصطلاح ہے اس کو ابن مجاہدؒ نے اپنی کتاب ''القرأت السبعہ'' میں استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد یہ اصطلاح مشہور ہوگئی لہٰذا حدیث میں سبعہ احرف کا مصداق یہ نہیں۔

قرأت کی تعریف:

یہ قراءۃ کی جمع ہے اور قرء یقرء سے اس کا مصدر قراءۃ ہے۔

Scanned with CamScanner

اصطلاح میں قرآن مجید کے پڑھنے کے مذاہب میں سے ایک ایسا مذہب جس کو ائمہ قراء میں سے کسی نے اختیار کیا اس طریقہ کے خلاف جو دوسرے امام کا مذہب ہو، اور یہ قراءت اپنی اسانید کے ذریعے آپ ﷺ تک ثابت ہو۔

عہد صحابہ ؓ کے قراء:

آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کرام میں متعدد لوگوں کے مرجع قرآن بنیں ہیں۔ جن میں سے حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم مشہور ہوئیں۔

قراءت کی انواع اوران کی اقسام:

علامہ صابونی فرماتے ہیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرأت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) آحاد

(۴) شاذ (۵) موضوع (۶) مدرج

قاضی جلال الدین البلقینیؒ فرماتے ہیں۔

قراءت متواتر، آحاد اور شاذ قراءات کی تین قسمیں ہیں ان میں سے سات متواتر قرأتیں ہیں۔

اور قرأت احاد یہ وہ تین قرأتیں ہیں جو دس کو پورا کرتیں ہیں اور یہ تین کے ملنے سے ''قرأت سبعہ'' دس ہوجاتی ہیں۔

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ قاضی جلال الدین بلقینی کا کلام محل نظر ہے۔

راجح قول اور عمدہ کلام اس میں امام ابوالخیر بن الجزری کی ہے اور اسی بات کو

Scanned with CamScanner

صاحب ''الطیبہ'' نے اشعار میں فرمایا ہے۔

وَ کُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ النَّحْوِ وَ کَانَ لِلرَّسْمِ اِحْتِمَالًا یَحْوِیْ

ہر وہ قرأت جو قوانین نحو کے موافق ہو وہ مصاحف عثمانی کے رسم الخط کو شامل ہو۔

وَ صَحَّ اِسْنَادًا هُوَ الْقُرْآنُ هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ الْاَرْکَان

اور اس کی اسناد صحیح ہو تو وہ قرأت قرآن میں سے ہے

وَحَیْثُمَا یَخْتَلُّ رُکْنٌ اَثْبَتَ شُذُوْذَهٗ لَوْ اَنَّهٗ مِنَ السَّبْعَةِ

اور جب بھی کوئی ایک رکن نہ ہو ان میں سے تو اس کو شاذ قرأت ثابت کر

اگر چہ وہ سات ائمہ سے ہی کیوں مروی نہ ہو۔

علم قرأت پر پہلے لکھنے والے:

بو عبید القاسم بن سلام، ابو حاتم سجستانی، ابو جعفر طبری اور اسماعیل قاضی کے نام سرفہرست ہیں۔

سات قرأتیں کب مشہور ہوئی؟

سات قرأتیں دوسرے صدی ہجری کے شروع میں ممالک اسلامیہ میں مشہور ہوئیں، اور قرأت السبعہ سات معروف ائمہ کی طرف منسوب ہوئی۔

بصرہ میں ابو عمرو۔ کوفہ میں حمزہ، عاصم اور علی الکسائی، شام میں ابن عامر، مکہ میں ابن کثیر، مدینہ میں نافع۔

قرأت عشرہ کے ائمہ میں سات تو ماقبل کے اور تین مزید قراء ابو جعفر، یعقوب اور خلف ہیں۔

اور قرأت اربعہ عشرہ کے قراء میں دس تو ماقبل کے جبکہ چار مزید قراء ہیں۔

حسن بصری، ابن محیص، یحیٰی یزیدی، شنبوذی۔

Scanned with CamScanner

قرأت سبعہ کب مدون ہوئی؟

تیسری صدی ہجری کے آخر میں بغداد میں امام ابن مجاہد احمد بن موسیٰ نے مدون کیا اور انہوں نے انتہائی باریک بینی سے ان قراء کی قرأتیں جمع کی جو ضبط اور امانت کیساتھ طویل عرصہ سے اس قرأت کے ساتھ منسلک ہو۔

سات قراء کا اجمالی تعارف:

۱..... ابن عامر:

نام عبداللہ الیحصبی ہے یہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں دمشق کے قاضی تھے ابوعمر، ان کی کنیت ہے تابعین میں سے ہے، انہوں نے مغیرہ بن ابوشہاب المخزومی اور انہوں نے حضرت عثمان ؓ سے انہوں نے رسول ﷺ سے مروی قرأت حاصل کی۔ آپ کا انتقال ۱۸۸ ہجری میں ہوا۔

ہشام اور ذکوان نے آپ کی قرأت میں شہرت پائی۔

علامہ شاطبیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَ اَمَّا دِمَشْقُ الشَّامِ دَارُ ابْنِ عَامِرٍ فَتِلْكَ بِعَبْدِاللّٰهِ طَابَتْ مُحَلِّلَا

اور البتہ شام کا شہر دمشق ابن عامر کا مسکن ہے یہ عبداللہ کے وہاں ٹھہرنے سے اچھا ہو گیا۔

هِشَامٌ وَّعَبْدُاللّٰهِ وَ هُوَ اَنْسَابُهٗ لِذَكْوَانَ بِالْاِسْنَادِ عَنْهُ تَنَقَّلَا

اور ہشام اور عبداللہ یہ ان کی نسبت ذکوان کی طرف ہے سند کے ساتھ ان سے قرأت نقل کی ہے۔

۲..... ابن کثیر:

نام ابومحمد عبداللہ بن کثیر الداری المکی ہیں۔ آپ مکہ میں قرأت کے امام تھے۔

Scanned with CamScanner

آپ بھی تابعی ہیں آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے ملاقات کی، مکہ مکرمہ میں ۱۲۰ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کے دو راوی ہیں۔ البزی (م۔۲۰۵ھ) اور قنبل (م۔۲۹۱ھ)

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں۔

وَ مَكَّةُ عَبْدُاللّٰهِ فِيهَا مَقَامُهٗ هُوَ ابْنُ كَثِيرٍ كَاثِرُ الْقَوْمِ مُعْتَلَا

مکہ جو عبداللہ کی جائے اقامت ہے یہ ابن کثیر قراء میں غالب مشہور ہیں۔

رَوَى اَحْمَدُ الْبَزِّيُّ لَهٗ وَمُحَمَّدٌ عَلٰى سَنَدٍ وَّ هُوَ الْمُلَقَّبُ قُنْبُلَا

احمد البزی اور محمد نے سند کیساتھ آپ سے روایت کیا ہے وہ محمد جن کا لقب قنبل ہے۔

۳..... عاصم کوفی:

نام عاصم بن النجود الاسدیؒ ہیں آپ ''ابن بہدلہ'' کہلاتے ہیں کنیت ابوبکر ہے آپ تابعی ہیں۔ ۱۲۷ ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ کی قرأت کے راوی شعبہ (م۔۱۹۳ھ) اور حفص (م۔۱۸۰ھ) ہیں۔

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں۔

وَ بِالْكُوْفَةِ الْغَرَّاءِ مِنْهُمْ ثَلَاثَةٌ اَذَاعُوْا فَقَدْ ضَاعَتْ شَذًى وَ قَرَنْفُلَا

فَاَمَّا اَبُوْبَكْرٍ وَ عَاصِمٌ اسْمُهٗ فَشُعْبَةُ رَاوِيْهِ الْمُبَرَّزُ اَفْضَلَا

اور ابوبکر اور عاصم (جن کا نام ہے) اور شعبہ جو ان کا راوی ہے۔

وَذَاكَ بْنُ عَيَّاش اَبُوبَكْرِ الرِّضَا وَ حَفْصٌ وَ بِالْاِتِّفَاقِ كَامُفَضَلَا

اور یہ ابن عیاش ابوبکر الرضا اور حفص ہیں کہ جو بالاتفاق فضیلت والے ہیں۔

۴..... ابوعمرو:

نام ابوعمرو زبان بن العلاء الطبری ہیں جو سب راویان قرأت کے شیخ ہیں۔

Scanned with CamScanner

نام اور نسب دونوں یحییٰ ہے آپ کا انتقال کوفہ میں ۱۲۵ ہجری میں ہوا۔ آپ کے دو راوی ''دوری (م۔۲۴۲ھ) اور ''الوسی'' (م۔۲۶۱ھ) ہیں۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

وَ اَمَّا الْاِمَامُ الْمَازِنِیُّ صَرِیْحُهُمْ اَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِیُّ فَوَالِدُهُ الْعَلَا

اوران ائمہ میں بڑے امام ابوعمرو بصری مازنی ہیں جن کے والد ''علاء'' ہیں۔

اَفَاضَ عَلٰی یَحْیٰی الْیَزِیْدِیِّ سَیْبَهٗ فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلَّلَا

امام ابوعمرو نے اپنے علم کی بارش یحییٰ یزیدی پر برسائی۔ پس وہ یحییٰ شیرین اور پیاس کو دور کرنے والا پانی سے سیراب ہو گئے۔

اَبُوْ عَمْرٍو الدُّوْرِیُّ صَالِحُهُمْ اَبُوْ شُعَیْبٍ هُوَ السُّوْسِیُّ عَنْهُ تَقَبَّلَا

ابوعمرو الدوری کہ جوان میں نیک ہیں اور ابوشعیب کہ جو سوسی ہیں انہوں نے ابوعمرو سے قرأت کو لیا۔

۵..... حمزہ کوفی:

یہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ الزیات الفرضی التیمی ہیں۔ التیمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ عکرمہ بن ربیع التیمی کے آزاد کردہ غلام تھے آپ کی کنیت ابوعمارہ ہے آپ کی وفات ابوجعفر منصور کے دور خلافت میں حلوان میں ۱۵۶ ہجری میں ہوئی۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں۔

وَحَمْزَةُ مَا اَزْکَاهُ مِنْ مُتَوَرِّعٍ اِمَامًا صَبُوْرًا لِلْقُرْاٰنِ مُرَتِّلَا

حمزہ کس قدر پاکیزہ ہیں پرہیزگار امام بہت صابر، قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والا ہے۔

رَوٰی خَلَفٌ عَنْهُ وَ خَلَّادٌ الَّذِیْ رَوَاهُ سُلَیْمٌ مُتْقَنًا وَّ مُحَصَّلَا

یعنی خلف اور خلاد نے بواسطہ سلیم حمزہ سے روایت کیا ہے۔ کہ جس کو خود سلیم

نے خود حمزہ سے نقل وروایت کیا ہے۔

۶..... نافع:

ابو رویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی ہیں آپ نسل کے اعتبار سے اصفہان کے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قراء کی سرداری آپ پر ختم ہو جاتی ہے۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوا۔

آپ کے دو راوی ہیں قالون (م۔۲۲۰ھ) اور ورش (م۔۱۹۷ھ) ہیں۔

صاحب شاطبیہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فَاَمَّا الْكَرِيْمُ السِّرِّ فِى الطِّيْبِ نَافِعٌ فَذَاكَ الَّذِىْ اِخْتَارَ الْمَدِيْنَةَ مَنْزِلَا

بہر حال شریف راز والے (یا پاک باطن والے) خوشبو کے بارے میں کہ جو نافع ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں کہ جنہوں نے مدینہ کو ٹھکانہ اور وطن بنایا۔

وَ قَالُوْنُ عِيْسٰى ثُمَّ عُثْمَانُ وَرْشُهُمْ بِصُحْبَةِ الْمَجْدِ الرَّفِيْعِ تَأَثَّلَا

اور قالون (یعنی عیسیٰ پھر عثمان ان میں کہ جو ورش ہیں اور دونوں نے امام نافع کی صحبت سے بلند بزرگی کو جمع کر لیا۔ (یعنی لوگوں کے مقتداء بن گئے)

۷..... الکسائی:

یہ علی بن حمزہ کوفی نحوی علماء کے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے آپ کا انتقال ''ری'' کے ایک گاؤں (ربنویہ) میں ۱۸۹ ہجری کو ہوا جب ہارون رشید خراسان کی طرف نکلے۔

آپ کے دو راوی ہیں۔ ابوالحارث (م۔۲۴۲ھ) دوری (م۔۲۴۶ھ)

علامہ شاطبی لکھتے ہیں۔

وَ اَمَّا عَلِىٌّ فَالْكِسَائِىُّ نَعْتُهٗ لِمَا كَانَ فِى الْاِحْرَامِ فِيْهِ تَسَرْبَلَا

Scanned with CamScanner

اور بہر حال علی کہ جس کا مشہور نام کسائی ہے کیونکہ انہوں نے احرام میں بھی چادر اوڑھی ہوتی تھی۔

رَوٰی لَیْثُهُمْ عَنْهُ اَبُو الْحَارِثِ الرِّضَا وَ حَفْصٌ هُوَ الدَّوْرِیُّ وَ فِی الذِّکْرِ قَدْخَلَا

اور قراء میں سے لیث نے ان سے روایت کی کہ جو ابوالحارث ہیں اور حفص نے بھی روایت کی کہ جو ''دوری'' کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں کہ جن کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

Scanned with CamScanner

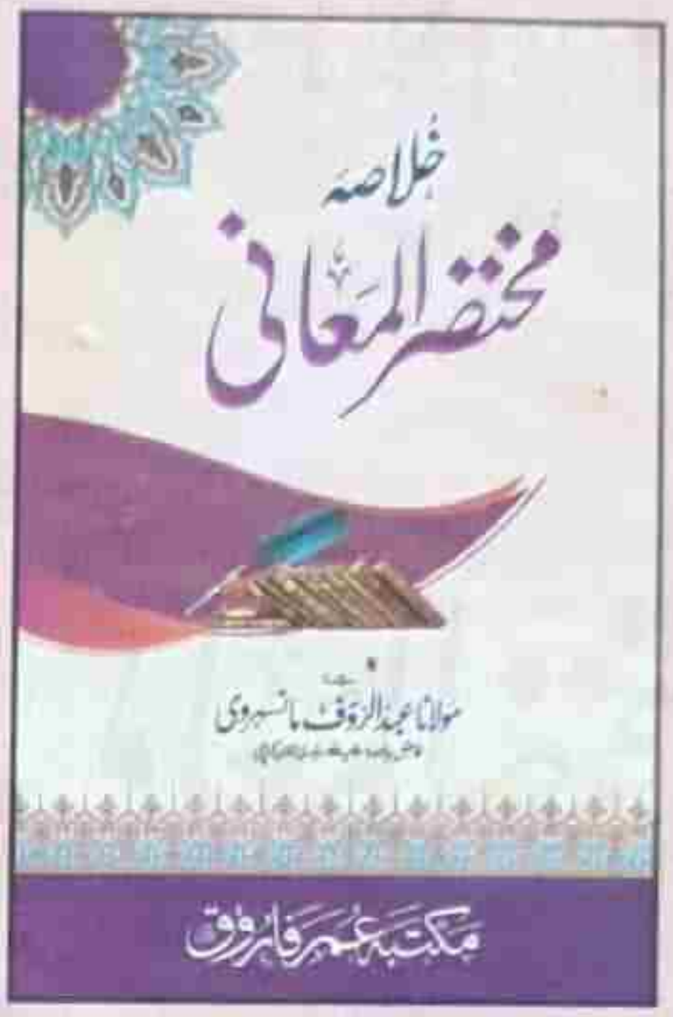

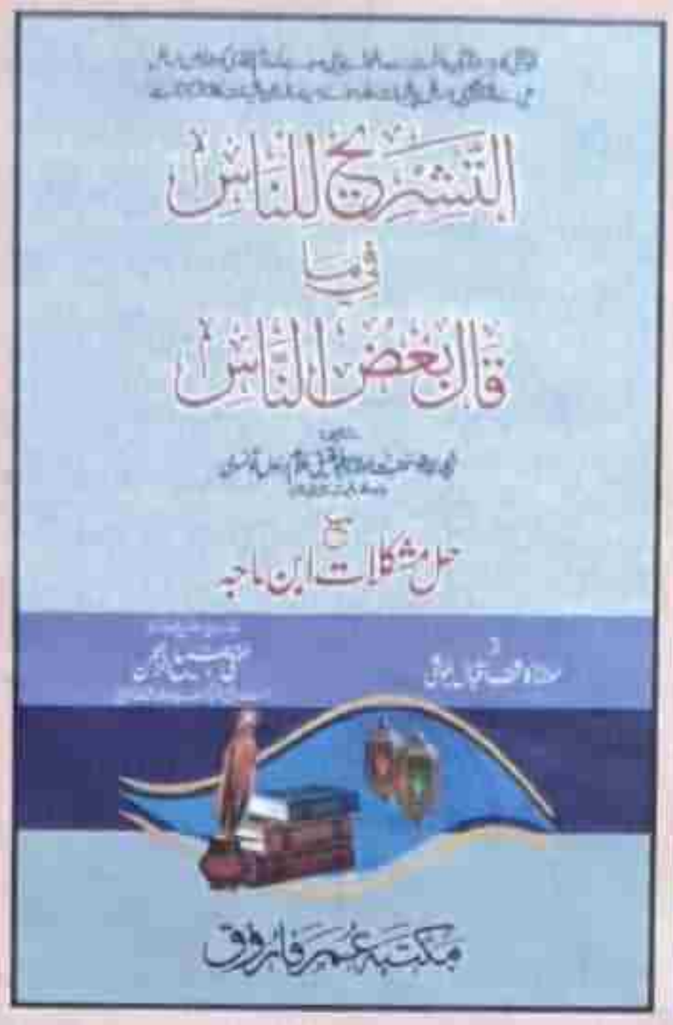

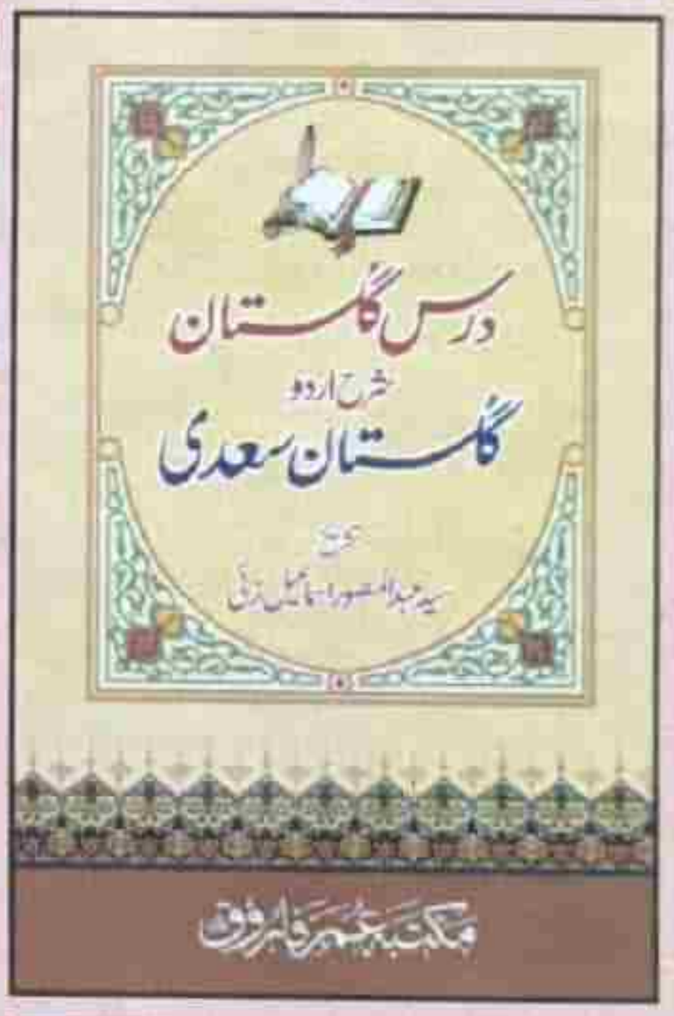

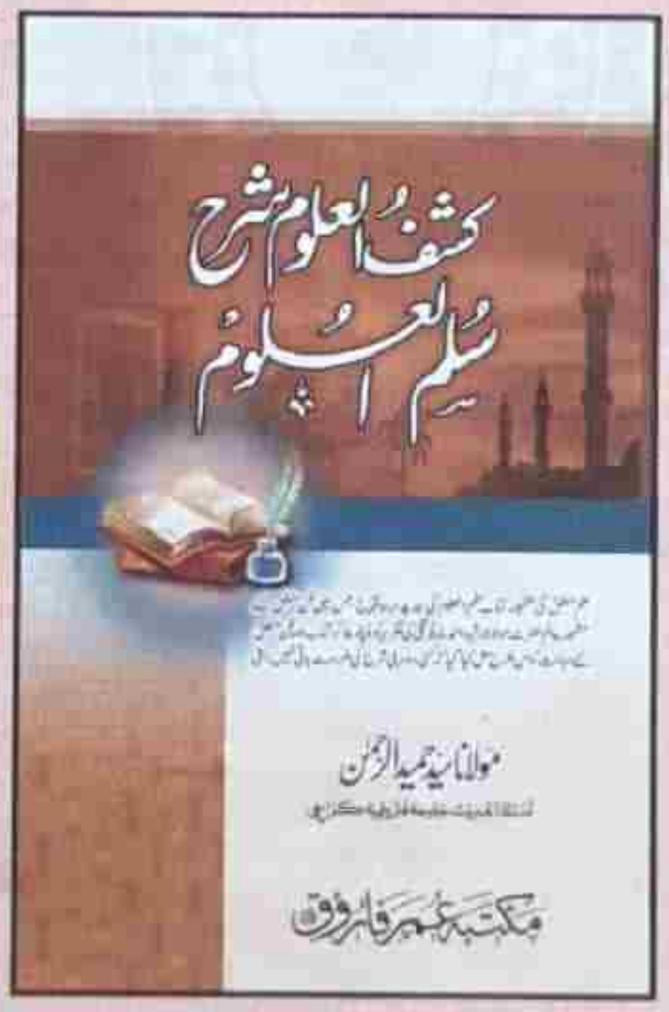

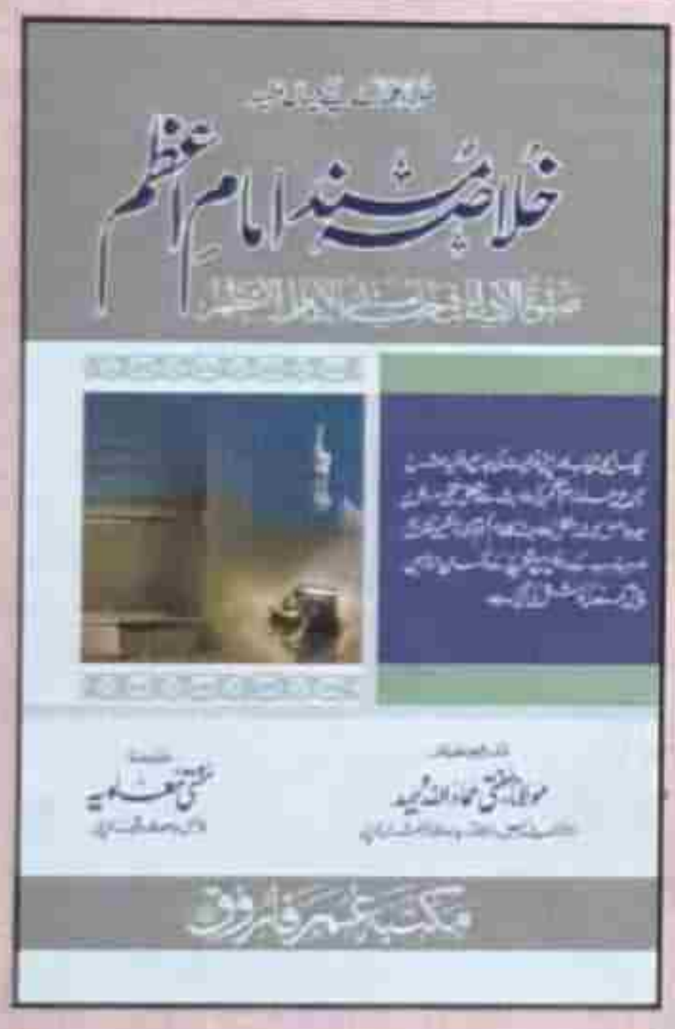

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345

Scanned with CamScanner